اہل علم اور عوام کیلئے یکساں مفید

# مسئلہ تقدیر اور عوامی مسائل




تحریک مطالعہ قرآن

# مسئلۂ تقدیراور عوامی مسائل

از

علامہ محمد تصدق حسین

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ناظمِ تعلیمات جامعہ المرکز الاسلامی والٹن لاہور

0300-4109731

زیرِاہتمام

تحریکِ مطالعۂ قرآن

المرکز الاسلامی والٹن روڈ لاہور

0322-4280455

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | مسئلۂ تقدیر اور عوامی مسائل |
| مصنف | : | مفتی محمد تصدق حسین |
| نظر ثانی | : | مولانا ریاض احمد رضا، مولانا محمد خان چشتی |
| پروف ریڈنگ | : | مولانا محمد فرمان علی، قاری سعید اعجاز |
| تعداد | : | 1000 |
| مطبع | : | جے ایم آرٹ پریس لاہور |
| قیمت | : | روپے |

## ملنے کے پتے

☆ جامعہ المرکز الاسلامی مین والٹن روڈ لاہور کینٹ

☆ نعیمی کتب خانہ، الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ 40 اُردو بازار لاہور

☆ گنج بخش کتب مارکیٹ نزد دربار داتا صاحب لاہور

# حسنِ ترتیب

# اطلاع

اس ایڈیشن کی جملہ آمدن مستقلاً تحریکِ مطالعۂ قرآن کے لیے وقف ہے۔

قرآنی تعلیمات عام کرنے کا ذوق واحساس رکھنے والے احباب

اپنے پیاروں کوایصال ثواب کرنے کے لیے مفت تقسیم

کرناچاہیں توخاص رعایت کے لیے رابطہ کریں۔

# اِنتساب

عالمِ ربانی، عارف باللہ، قدوۃ الاولیا، زبدۃ العلماء

# حضرت سید علی بن عثمان

المعروف

# داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی ترویج

واشاعت کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں راہ پیر کامل کاملاں را رہنما

محمد تصدق حسین غفرلہ

## اِھداء

فخر المحدثین ، رئیس المتکلمین، کشتہ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

امامِ اھلِ سنت ، مجددِ دین و ملّت

# امام الشّاہ احمد رضا خاں

محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جنہوں نے مسلمانانِ عالم کے قلوب واذہان کو

عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے مستفیض فرمایا

ملکِ سخن کی شاہی رضؔا تم کو مسلّم

جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

محمد تصدق حسین غفرلہ

# برکات قلم

ادیب شہیر استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج محمد منشاء تابش قصوری دامت برکاتھم العالیہ

قلم کی برکات پر قرآن وسنت ناطق ہیں، نبی اکرم، محسنِ اعظم، معلم انسانیت جناب احمد مجتبٰی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اپنے اخلاق کریمہ، کمالات جلیلہ سے اصلاح وفلاح کو بروئے عمل لاتے رہے وہاں آپ نے مکتوبات گرانمایہ سے بھی شاہان وقت، امراء ورؤساء کو دعوتِ اسلام دی گویا کہ آپ نے قلمی تبلیغ کی بھی بنیاد رکھی۔ پھر قلم نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ صدیاں گزرتی گئیں مگر قلمی محاذ میں کمزوری دیکھنے تک نہ آئی کتب تفاسیر واحادیث، فقہ اور بے شمار علوم وفنون قلم کی برکات پر شاہد وعادل ہیں قلم نے نہ صرف مسلمین کو فیوض وبرکات سے بہرہ مند کیا بلکہ غیر مسلم بھی قلم کے ممنون احسان ہوئے، اس سائنسی دور میں بھی قلم کی اہمیت کم نہیں ہوئی بلکہ جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جائے گا قلم کی رفتار ویسے ویسے بڑھتی جائے گی قرطاس ابیض پر جو بھی نقش ابھریں گے اسے قلم کا ہی وسیلہ قرار دیا جائے گا۔ دین اسلام اور مذہب حق اہلسنت و جماعت کے دفاع میں اکابر ملت کے قلم سے بکثرت کارنامے ظہور پذیر ہوئے اور ہوتے آرہے ہیں پس انہیں کے تتبع میں عزیز القدر حضرت علامہ مولانا محمد تصدق حسین زید مجدہ نے بھی قلم سے اپنی وابستگی کو مضبوط کرنے کیلئے تصنیف وتالیف کی راہ اپنائی لہٰذا موصوف کے مختصر تعارف کیلئے چند سطور قارئین کرام کی نذر کی جارہی ہیں۔

## خاندانی پس منظر:

علامہ محمد تصدق حسین کا آبائی تعلق مردخیز قصبہ سلیمان آباد ضلع اٹک سے ہے، سلیمان آباد کی وجہ تسمیہ کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ شیخ المشائخ خواجہ امیر احمد بسالوی رحمة الله علیه نے جو اس جگہ قیام رکھتے تھے انہوں نے اپنے شیخ کامل کی محبت ومودت کو دوام بخشنے کیلئے اس

قصبہ کو شیخ الاولیاء حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب وموسوم کیا۔ مولانا محمد تصدق حسین اعوان کا آبائی پیشہ کھیتی باڑی رہا گو کہ آپ کے والد ماجد بہرام خان ولد نور محمد صاحب فوجی ملازمت سے وابستہ رہے مگر آپ کے دو چچا اور چار ماموں عالم ہیں جن کی وجہ سے آپ کے والد ماجد نے اپنے بیٹوں کو علوم دینیہ سے سرفراز کرنے کی طرح ڈالی اور الحمد للہ علی منہ وکرمہ تعالیٰ دونوں بھائی ملت اسلامیہ کی نامور اسلامی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان) کے ممتاز فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔

## ولادت باسعادت:

علامہ محمد تصدق حسین اعوان سلمہ ربہ تعالیٰ 3 فروری 1978ء / 21 ربیع الاول 1398ھ بروز جمعرات بوقت صبح سلیمان آباد میں متولد ہوئے۔

## دینی تعلیم:

جب سن شعور کو پہنچے تو اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے ماموں مولانا حافظ محمد صدیق سے قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا بعدہ جب حفظ قرآن کی طرف متوجہ ہوئے تو صرف چھ ماہ کی مختصر مدت میں حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی۔ قاری محمد اکرم صاحب لاہور اور مولانا قاری غلام احمد صاحب جو خانقاہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف کے کامیاب مدرس ہیں ان سے حفظ قرآن کی دولت عظمیٰ سے فیض یاب ہوئے۔ علوم وفنون دینیہ کی تعلیم ابتدا سے انتہا تک مرکزی دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ سے حاصل کی اور 2005ء میں سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

## عصری تعلیم:

عصری تعلیم کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری رہا، میٹرک کا امتحان گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول اٹک سے پاس کیا اور فاضل عربی لاہور بورڈ کا مرہون منت ہے۔

## عملی زندگی:

انسان جب تعلیم و تربیت کی منازل طے کر رہا ہوتا ہے تو اسی وقت ہی اپنے مستقبل کو تابناک بنانے کے لائحہ عمل پر غور و خوض شروع کر دیتا ہے علامہ محمد تصدق حسین صاحب کا تعلق ایک مذہبی، خانوادے سے ہے۔ بناءً علیہ موصوف نے اپنی زندگی کو دین حنیف کی خدمت کیلئے وقف کر رکھا ہے۔

ایک اچھے عالم کے اوصاف میں تین صفتوں کا ہونا ضروری ہے، مدرس ہو، مقرر ہو، مصنف ہو، بعض علماء میں کوئی ایک آدھ صفت پائی جاتی ہے مگر خوش بخت ہیں وہ علماء حق جو جملہ اوصاف علمیہ، عملیہ سے موصوف ہیں۔ اگر اس کسوٹی پر مولانا موصوف کو پرکھا جائے تو یہ تینوں صفات کا مرقع نظر آتے ہیں۔

چنانچہ آپ بیک وقت مسند تدریس کی شان بھی ہیں اور محراب و منبر کی زینت بھی اور ساتھ ساتھ قلمی آبیاری بھی فرما رہے ہیں، آپ کی متعدد نہایت علمی و تحقیقی کتابیں منصۂ شہود پر آ کر قبولیت کا ثمرہ پا چکی ہیں۔

## اساتذہ کرام

سید العلماء مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی

زبدۃ العلماء شرف ملت حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری

فخر الاماثل حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی

(ادیب شہیر حضرت علامہ) محمد منشاء تابش قصوری

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی

بطل حریت حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی

عالم نبیل حضرت علامہ فضل حنان سعیدی

مناظر اسلام حضرت علامہ عبد التواب صدیقی

## بیعت وارادت:

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے عظیم روحانی پیشوا پیر طریقت حضرت خواجہ علی محمد صاحب صابری سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور سلاسل اربعہ میں خلافت واجازت کی نعمت عظمیٰ سے شادکام ہوئے۔

## سعادت عمرہ شریف:

عزیزم مولانا محمد تصدق حسین دو بار بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضری کی سعادت کے ساتھ ساتھ عمرہ کی نعمت سے باریاب ہو چکے ہیں۔

## فتویٰ نویسی ومناظرہ:

موصوف نے حضرت شیخ الحدیث علامہ الحاج حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ سے فتویٰ نویسی اور مناظر اسلام علامہ عبدالتواب صدیقی سے مناظرہ کی مشق کی۔ علاوہ ازیں امامِ انقلاب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی جدوجہد سے متاثر ہو کر جمعیت علماءِ پاکستان کے ساتھ سیاسی وابستگی قائم کی اور اب جمعیت کی مرکزی شوریٰ کے رکن کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی مساعی علم وقلم کو قبولیت کی نعمت سے نوازے اور تا حیات سلسلہ خدمت دین متین جاری رکھیں۔

آمین بجاه طه و یس وعلی آله و صحبه وبارك وسلم

محمد منشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

# تقریظِ جمیل

فاضلِ جلیل استاذ العلماء **حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب**

شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا گنج بخش

ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

اسلام کا لغوی معنی ''گردن جھکانا'' اور اصطلاحی طور پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین واحکام کو تسلیم کرنا، چاہے ان کی سمجھ آئے یا نہ آئے اسلام کہلاتا ہے۔ انسانی زندگی میں بعض باتیں سمجھ نہیں آتیں یا بظاہر عقل کے خلاف نظر آتی ہیں لیکن وہ ایک حقیقت ہوتی ہیں اس لیے ان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح دینی حوالے سے بھی ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے جب یہ بات ثابت ہو کہ فلاں بات اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے تو اسے تسلیم کرنا ضروری ہے اگرچہ وہ ہماری عقل میں نہ آئے۔ عقیدۂ تقدیر اسلامی بنیادی عقائد میں سے ہے خیر و شر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے مقدر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انسان کو علم واختیار سے بھی نوازا گیا ہے اسے مجبور محض نہیں بنایا گیا اس بات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ تقدیر کے مفہوم کو اس انداز میں دیکھا جائے تو حیرانگی نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ علمِ ازلی کا مالک ہے ابد تک جو کچھ ہوگا وہ سب جانتا ہے اس لیے اس نے بندوں کے اعمال کو جس طرح وہ کرنے والے تھے، لکھنے کا حکم دیا۔ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے پہلے فیصلہ فرما کر بندے کو مجبور محض بنا دیا۔ مسئلہ تقدیر پر بحث مباحثہ سے روکا گیا تاکہ ہم ذہنی خلفشار سے بچ کر اپنے عقیدہ کو مضبوط رکھ سکیں۔

حضرت علامہ مولانا محمد تصدق حسین فاضل نوجوان ہیں۔ تحریر وتقریر اور تدریس کی صلاحیتوں سے مالا مال ہیں۔ اس کتاب مستطاب میں اُنہوں نے نہایت جامعیت کے ساتھ تقدیر سے متعلق تمام مواد قرآن وسنت اور تفاسیر سے جمع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کی اس سعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرما کر اس کتاب کو اُمت مسلمہ کی رہنمائی کا اہم ذریعہ بنائے۔

**آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم**

محمد صدیق ہزاروی شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا گنج بخش

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا

وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ

وَّلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمِ

وَکُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ

غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُبِهٖ

سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علی سیدالانبیا ء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ و ذریتہ اجمعین

اللہ تعالیٰ جل جلالہ قادر مطلق ہے، کائنات کا خالق ہےاوراس کی ذات جمیع کمالات سے متصف ہے۔وہ لوگوں کے قلوب واذہان میں پوشیدہ خیالات سے بھی باخبر ہے۔وہ ہر چیز کا خالق ہے۔مسئلہ قضاء وقدر مذاہب عالم کا مشکل ترین مسئلہ ہے جب اس میدان میں عقول کے گھوڑے دوڑائے گئےتو سوائے اُلجھن اورفکری مشکلات کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔مسئلہ تقدیر کی نزاکت کا اندازہ اس حدیث سے بخوبی ہوتا ہے۔

عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نتنازع فی القدر فغضب حتی احمرّ وجھه حتی کانّما فقیٔ فی وجنتیه حبّ الرمّان فقال ابھذا امرتم ام بھذا ارسلت الیکم انما ھلك من کان قبلکم حین تنازعوا فی ھذا الامرعزمت علیکم عزمت علیکم ان لا تنازعوافیه ﴿مشکوٰۃ جلد01صفحہ 22﴾

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم مسئلہ تقدیر پر مباحثہ کررہے تھے تو آپ ناراض ہوئے حتی کہ چہرہ انور سرخ ہوگیا گویا کہ رُخساروں میں انار کے دانے نچوڑ دیے گئے ہوں اور فرمایا: کیا تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے یا میں اسی کے ساتھ تمہاری

طرف بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگوں نے جب اس مسئلہ میں جھگڑے کیے تو ہلاک ہو گئے۔ میں تم پر لازم کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں جھگڑا نہ کرو‘‘

اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

یہود و نصاری کی بعض جماعتیں یا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی اُمتیں مراد ہیں جو مسئلہ قضاء وقدر میں کج بحثیاں کر کے ایمان کھو بیٹھے اور عذاب الٰہی آ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ تقدیر میں بے سمجھے بوجھے اُلٹی سیدھی بحث کرنا اور عوام کے دل میں اس کے متعلق شبہات پیدا کرنا حرام ہے، ایسے ہی نا سمجھ لوگوں کا اس میں زیادہ غور و فکر کرنا بھی منع ہے لیکن اس مسئلے کی حقانیت پر دلائل قائم کرنا، معترضین کے شبہات دور کرنا منازعت نہیں بلکہ تبلیغ ہے، مگر یہ علماء کا کام ہے عوام کا نہیں۔ لہٰذا علم کلام میں مسئلہ تقدیر کی بحث اس زد میں نہیں آتی۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں

لان القدر سر من اسرار اللّٰہ تعالیٰ وطلب سر اللّٰہ منھی

﴿مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد 01 صفحہ 277﴾

’’مسئلہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور اللہ تعالیٰ کے راز کو طلب کرنا منع ہے‘‘۔

بلا وجہ مسئلہ تقدیر کو چھیڑنا اور عقلی طور پر اسے پرکھنے کی کوشش کرنا ممنوع ہے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لا یجوز الخوض فیہ والبحث عنہ بطریق العقل ﴿مرقاۃ جلد 1 صفحہ 240﴾

’’مسئلہ تقدیر میں عقلی طور پر بحث کرنا اور غور و خوض کرنا جائز نہیں‘‘۔

عقلی زاویوں سے مسئلہ تقدیر کو پرکھنا ممکن نہیں۔ جوں جوں انسان عقل کے زور پر اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرتا ہے فکری مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور انسان گمراہی کی تاریک وادیوں کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

## تقدیر کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ قدیم کے مطابق ہر چیز کو ایک مقررہ وقت پر خاص شکل و صورت میں بنایا۔ اشیاء کو خاص حد تک نشو ونما دے کر انہیں باقی رکھا اور مدت پوری ہونے پر انہیں ختم کر دیا گیا۔

علامہ راغب اصفہانی تقدیر کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بان یجعلھا علی مقدار مخصوص ووجہ مخصوص حسبما اقتضت الحکمۃ ﴿المفردات صفحہ396﴾

''اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق مخصوص مقدار اور مخصوص شکل و صورت پر اشیاء کو پیدا کیا''

علامہ اسماعیل حقی تقدیر کا معنی بیان کرتے ہیں۔

التقدیر وھو تسویۃ صورتہ و شکلہ وصفاتہ الظاھرۃ والباطنۃ علی مقدار مخصوص اقتضتہ الحکمۃ ﴿روح البیان جلد09صفحہ283﴾

''اللہ تعالیٰ کا اپنی حکمت کے مطابق اشیاء کو مقدار مخصوص کے ساتھ ظاہری و باطنی صفات اور خاص شکل وصورت عطا کرنا تقدیر ہے''

علامہ سعد الدین تفتازانی تقدیر کا معنی لکھتے ہیں:

وھو تحدید کل مخلوق بحد ہ الذی یوجد من حسن وقبح ونفع و

**ضرر ومایحویه من زمان او مکان وما یترتب من ثواب و عقاب**

**﴿شرح عقائد صفحه104﴾**

''ہر مخلوق کہ اس کے حسن قبح، نفع، ضرر، اس کے زمانہ حیات، اس کے مکان اور اس کے ثواب اور عذاب کی مقرر کردہ حد کا نام اس کی تقدیر ہے''

# قرآن حکیم:

قرآن حکیم اُمت مسلمہ کے لیے آئین و دستور ہے۔ انسانی زندگی میں پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن مجید میں موجود ہے۔ قرآن پاک کی متعدد آیات میں مسئلہ تقدیر کو بھی بیان کیا گیا۔

**اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ○** **﴿القمر:49﴾**

''بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی''

**وَكُلُّ صَغِیْرٍ وَّكَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ○** **﴿القمر:53﴾**

''اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے''

**وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ○** **﴿رعد:08﴾**

''اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے''

**............ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ○** **﴿یٰسین:12﴾**

''اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں''

**............ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○** **﴿الانعام:59﴾**

''اور نہ کوئی تر اور نہ خشک مگر ایک روشن کتاب میں لکھا ہوا''

**وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○**

**﴿یونس:61﴾**

''اور نہ اس سے چھوٹی چیز اور نہ اس سے بڑی، کوئی چیز نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو''

فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ ﴿المرسلت:23﴾

''پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے قادر''

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝

﴿الحجر:21﴾

''اور نہیں ہے کوئی چیز مگر ہمارے پاس ہی ہیں اس کے خزانے اور ہم اسے معیّن اندازے کے مطابق عطا کرتے ہیں''

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝ ﴿الطلاق:03﴾

''بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے''

............ ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ ؕ ............ ۝ ﴿فاطر:11﴾

''اور کسی مادہ کو پیٹ نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کی عمر کم رکھی جائے سب کتاب میں ہیں''

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ ............ ۝ ﴿توبہ:51﴾

''تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا''

## علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ:

تقدیر کے متعلق بحث کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

ان اللّٰہ سبحانہ قدرالاشیاء ای علم مقادیرھا واحوالھا وازمانھا قبل ایجادھا ثم اوجد منھا ماسبق فی علمہ انہ یوجدہ علی نحو ماسبق فی علمہ فلا یحدث حدث فی العالم العلوی والسفلی الاھو صادر عن علمہ تعالیٰ وقدرتہ وارادتہ دون خلقہ وان الخلق لیس لھم فیھا الانواع اکتساب ومحاولۃ ونسبۃ واضافۃ وان ذلک کلہ انما حصل لھم بتیسیر اللّٰہ تعالیٰ وبقدرتہ وتوفیقہ و الھامہ سبحانہ لا الہ الا ھو ولا خالق غیرہ کما نص علیہ القرآن والسنۃ

﴿تفسیر قرطبی جلد17صفحہ129﴾

اللہ تعالیٰ کواشیاء کے پیدا کرنے سے پہلے ان کی تقدیروں، ان کے احوال اوران کے زمانوں کا علم تھا پھراپنے علم سابق کے مطابق ان اشیاء کو پیدا کیا۔عالم علوی اورعالم سفلی ہرعالم میں جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم، ارادے اورقدرت سے وجود میں آتی ہے۔کسی چیز کی ایجاد میں مخلوق کے کسب، نسبت اوراضافت کے علاوہ کسی قسم کا کوئی دخل نہیں اور یہ سب بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت، توفیق، الہام اورتیسیر سے حاصل ہوتے ہیں۔سب چیزوں کا خالق وہی ہے جیسا کہ قرآن وسنت کی نصوص اس پردال ہیں۔

## احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

مسئلہ تقدیر کے متعلق احادیث میں بھی روشنی ڈالی گئی اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقدیر پرایمان لانے کا حکم بھی ارشادفرمایا۔ارشادنبوی ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کتب اللّٰہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السمٰوٰت والارض

بخمسین الف سنة قال و عرشه علی الماء ﴿مسلم شریف جلد02صفحہ335﴾

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا اور عرش پانی پر تھا''

یعنی قلم نے لوحِ محفوظ پر بحکمِ الٰہی واقعاتِ عالم، ازل سے ابد تک سب کچھ لکھ دیا۔

عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل شی بقدر حتی العجزو الکیس ﴿مشکوٰة جلد01صفحہ19﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر چیز اندازے سے ہے یہاں تک کہ عاجزی اور عقل مندی''۔

یعنی انسان نے جو کچھ کرنا ہے اس کے افعال، احوال، علم و جہالت حتٰی کہ عاجزی و عقلمندی بھی پہلے سے لکھ دی گئی ہے۔

عن عبداللہ قال حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھوا لصادق المصدوق انّ احد کم یجمع خلقه فی بطن امه اربعین یوماثم یکون فی ذلك علقة مثل ذلك ثم یکون فی ذلك مضغة مثل ذلك ثم یرسل الملك فینفخ فیه الروح ویومر باربع کلمات بکتب رزقه واجله وعمله وشقی اوسعید فوالذی لااله غیره ان احد کم لیعمل بعمل اهل الجنة حتی مایکون بینه وبینهاالا ذ راع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل النار فیدخلها وان احد کم لیعمل بعمل اهل النار حتی مایکون بینه وبینها الا ذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل الجنة فید خلها ﴿مسلم شریف جلد 02صفحہ 332﴾

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق اور مصدوق، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی صورت میں رہتا ہے۔ پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتا ہے۔ پھر فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ پھر اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کا رزق، اس کی مدت حیات، اس کا عمل اور اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ دیا جاتا ہے۔ پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتٰی کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ جہنمیوں جیسے عمل کرتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے ایک شخص جہنمیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتٰی کہ اس شخص اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے وہ جنتیوں جیسا عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے“۔

یعنی انسان کے اعمال و افعال سب کچھ لکھا جا چکا ہے اس کا رزق، اس کی سعادت وشقاوت اور اس دنیا میں رہنے کی مدت وغیرہ سب کچھ متعین ہو چکا ہے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

**عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الرجل ليعمل الزمن الطويل بعمل اهل الجنة ثم يختم له عمله بعمل اهل النار وان الرجل ليعمل الزمن الطويل بعمل اهل النار ثم يختم له عمله بعمل اهل الجنة** ﴿صحیح مسلم جلد02صفحه 334﴾

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک شخص مدتِ طویل تک اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے پھر اس کا اہل نار کے اعمال جیسے عمل پر خاتمہ ہوتا ہے اور ایک شخص مدتِ دراز تک اہل نار کے عمل کرتا رہتا ہے اور اس کا خاتمہ اہلِ جنت کے اعمال جیسے عمل پر ہوتا ہے''

عن جابر قال جاء سراقة بن مالك بن جعشم قال یا رسول اللّٰہ بین لنا دیننا کاناخلقنا الان فیما العمل الیوم افیما جفت به الاقلام و جرت به المقادیر ام فیما نستقبل قال لابل فیما جفت به الاقلام وجرت به المقادیر قال ففیم العمل قال زهیر ثم تکلم ابوالزبیر بشیءٍ لم افهمه فسألت ماقال فقال اعملوا فکل میسر

﴿صحیح مسلم جلد02صفحه334﴾

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی: یارسول اللہ ہمارے لیے دین کو بیان کریں گویا کہ ہم ابھی پیدا کیے گئے ہیں، ہم جو عمل آج کر رہے ہیں کیا یہ ان چیزوں کے متعلق ہے جن کو لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں اور جو تقدیر الٰہی میں مقدر ہو چکا ہے یا ہم نیا عمل کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں تمہارا عمل اس کے مطابق ہے جس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں اور جو تقدیر الٰہی میں مقرر ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا: پھر ہم کس لیے عمل کریں: زہیر کہتے ہیں: پھر ابوزبیر نے کوئی کلمہ کہا جس کو میں نہ سمجھ سکا میں نے پوچھا آپ نے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ نے فرمایا تھا: عمل کرو ہر ایک کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے''

ان احادیث سے مسئلہ تقدیر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ قدیم کے ذریعے انسانوں کے اعمال کو لوحِ محفوظ میں رقم فرما دیا اور اب انسان انہی اعمال

وافعال کو بجالاتے ہیں جو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔ یہاں یہ اشکال پیدا ہوا کہ جب اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کا فیصلہ ہو چکا تو پھر عمل کرنے کا کیا فائدہ؟ اس مشکل کا ذکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کی تاکید فرمائی۔

عن عمران بن حصین قال قال رجل یا رسول اللّٰہ! ایعرف اھل الجنۃ من اھل النار؟ قال نعم قال فلم یعمل العاملون؟ قال کل یعمل لما خلق لہ اولمایسرلہ ﴿بخاری شریف جلد02صفحہ976﴾

”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا اہلِ نار سے اہل جنت کا تعین ہو گیا؟ آپ نے فرمایا: ہاں کہا پھر عمل کرنے والے کس لیے عمل کریں؟ آپ نے فرمایا: ہر شخص عمل کرتا ہے جو اس کے لیے پیدا کیا گیا یا جو اس کے لیے آسان کر دیا گیا“

اس حدیث میں اور اس سے ماقبل، دونوں مرتبہ عمل کے متعلق سوال کیا گیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فعل وعمل کو ضروری قرار دے کر ان کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔

## تقدیر پر ایمان فرض ہے:

مسئلہ تقدیر کے متعلق اگرچہ انسانی تخیل اُلجھن محسوس کرتا ہے اور ذہن کے نقشے پر کئی سوال اُبھرتے ہیں مگر تقدیر الٰہی پر یقین ہونا چاہیے کہ یہ ایمان کا حصہ ہے۔

عن علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لایومن عبد حتی یومن بار بع یشھدان لا الہ الا اللّٰہ وانیّ رسول اللّٰہ بعثنی بالحق ویومن بالموت والبعث بعد الموت ویومن بالقدر

﴿مشکوٰۃ جلد01صفحہ22،مستدرک صفحہ128جلد01﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن نہیں ہوتا

جب تک چار باتوں پر ایمان نہ لائے۔ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے اللہ نے حق کے ساتھ بھیجا، مرنے اور مرنے کے بعد اُٹھنے پر اور تقدیر پر ایمان لائے''۔

عن ابن الدیلمی قال اتیت الی ابی بن کعب فقلت له وقع فی نفسی شئ من القدر فحد ثنی بشئ لعل اللّٰه تعالیٰ ان یذهبه من قلبی فقال لوان اللّٰه تعالیٰ عذّب اهل سمٰوٰته واهل ارضه عذّ بهم وهو غیر ظالم لهم ولو رحمهم کانت رحمته خیرا لهم من اعمالهم ولوانفقت مثل احد ذهبا فی سبیل اللّٰه تعالیٰ ما قبله اللّٰه تعالیٰ منك حتی تومن بالقدر وتعلم ان مااصابك لم یکن لیخطئك وانّ مااخطاك لم یکن لیصیبك ولو مت علی غیر هذا لد خلت النار قال ثم اتیت عبداللّٰه بن مسعود فقال مثل ذلك قال ثم اتیت حذیفة بن الیمان فقال مثل ذلك قال ثم اتیت زید بن ثابت فحدّثنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ذلك ﴿ابو داؤد جلد 02صفحہ 298﴾

ابن دیلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ میرے دل میں تقدیر کے متعلق شبہ پیدا ہوا ہے آپ کوئی حدیث سنائیں شاید اللہ تعالیٰ اسے زائل فرما دے۔ حضرت ابی بن کعب نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان اور زمین والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا ( کیونکہ مالک اپنی ملک میں جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے ) اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے اور اگر تم اللہ کے راستے میں اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو اس کو

اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور جب تک تمہیں یہ یقین نہ ہو کہ جو مصیبت تم پر آئی ہے وہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو ٹل گئی ہے وہ تم پر آ نہیں سکتی تھی اگر تم اس کے علاوہ کسی عقیدہ پر مر گئے تو جہنم میں جاؤ گے (راوی کہتے ہیں) پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا، پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انہوں نے بھی یہی فرمایا، پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو بیان فرمایا''۔

اس حدیث پاک میں جہاں تقدیر پر ایمان کو ضروری قرار دیا گیا ہے وہیں مسئلہ تقدیر کی جزئیات کو بھی بیان کیا گیا ہے اور حدیث پاک سے اس بات کی وضاحت بھی ہو رہی ہے کہ مسئلہ تقدیر عقائد میں کتنی اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے اسے قبولیت اعمال کے لیے ضروری قرار دیا۔

یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حج یا عمرہ کی غرض سے گئے تو ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملے تو میں نے ان سے کہا۔

یا ابا عبدالرحمن انه قد ظهر قبلنا ناس یقرؤن القران ویتقفرون العلم و ذکر من شانهم وانهم یزعمون ان لاقدروان الامر اُنُف فقال اذا لقیت اولئك فاخبرهم اَنّی بری منهم وانهم براؤ منی والذی یحلف به عبداللّٰه بن عمر لوانّ لاحدهم مثل احد ذهبا فانفقه ماقبل الله منه حتی یومن بالقدر ﴿مسلم شریف جلد 1 صفحہ 27﴾

اے عبدالرحمٰن! ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علمی بحثیں کرتے ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہے تقدیر کوئی چیز نہیں اور جو

کچھ دنیا میں ظہور پذیر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم سابق کے بغیر ابتداءً ظہور میں آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم ان لوگوں سے ملوتو ان سے کہنا کہ میں ان سے لاتعلق ہوں اور وہ مجھ سے اور عبداللہ بن عمر، اللہ کی قسم اُٹھا کر کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے“۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تقدیر پر ایمان کے متعلق روایت بیان کرتے ہیں:

عن جابر بن عبداللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لایومن عبد حتی یومن بالقدر خیرہ وشرہ وحتی یعلم ان مااصابہ لم یکن لیخطئہ وان مااخطاء لم یکن لیصیبہ ﴿جامع ترمذی جلد02صفحہ 37﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک بندہ تقدیر کے خیر اور شر پر ایمان نہ لائے مومن نہیں ہوسکتا اسی طرح جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ جو مصیبت اسے پہنچتی ہے وہ اس سے خطا کرنے والی نہیں اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی وہ اسے پہنچنے والی نہیں تھی“۔

حدیث جبریل میں تقدیر کے مسئلہ کو اس طرح بیان کیا گیا:

قال فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن باللّٰہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخروتومن بالقدر خیرہ وشرہ ﴿مشکوۃ جلد01صفحہ 11﴾

عرض کیا مجھے ایمان کے متعلق بتائیے فرمایا: اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں، اس کے رسولوں اور آخری دن پر ایمان لاؤ اور اچھی اور بری تقدیر کو مانو۔

ان تمام احادیث سے مسئلہ تقدیر کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے اور یہ امر بھی واضح ہوتا

ہے کہ تقدیر پر ایمان ویقین ضروری ہے مسئلہ تقدیر پر ایمان لائے بغیر اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتے۔

## ایک اہم شبہ:

مذکورہ احادیث میں یہ بات بیان ہوئی کہ ہر شخص کا ٹھکانہ جنت یا جہنم اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔اس کا سعید یا شقی ہونا بھی مقرر ہو چکا ہے۔اس مقام پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب سب انسانوں کی سعادت اور شقاوت لکھی جا چکی ہے اور انسان کا جنتی اور جہنمی ہونا بھی پہلے سے لکھ دیا گیا ہے تو پھر انسان کو افعال کا مکلّف (ذمہ دار) کیوں بنایا گیا اور اسے سزا و جزا کیوں دی جاتی ہے؟

اس اشکال سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ افعال کے صدور میں انسان کے ارادہ و اختیار کا کوئی دخل نہیں بلکہ انسان مجبور اور بے بس ہے۔اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ جب علم الٰہی میں ہر بات پہلے سے مقرر شدہ اور طے ہے تو عامل اپنے عمل میں مجبور ہے لیکن فی الحقیقت یہ بات غلط ہے کہ علمِ باری تعالیٰ کی وجہ سے عامل کا اختیار و ارادہ سلب ہو جاتا ہے۔یہ بات تو مسلم ہے کہ ہر چیز اسی طرح واقع ہوگی جو علم الٰہی میں ازل سے طے ہے لیکن اس سے ارادہ و اختیار زیادہ مستحکم ہوتا ہے اس لیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہم اس کے تابع نہیں اور نہ ہی اس کے مطابق کام کر رہے ہیں بلکہ ہم نے اپنے ارادہ و اختیار سے جو کچھ کرنا تھا اللہ تعالیٰ کو اس کا پہلے سے علم تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم کو لوح محفوظ میں لکھ دیا یعنی علم، معلوم کے تابع اور ماتحت ہے معلوم، علم کے تابع اور ماتحت نہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ○ ﴿القمر:52﴾

”اورانہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے“

یعنی ان کے کئے ہوئے اعمال وافعال لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں یہ نہیں کہ جو لکھا ہوا ہے وہی انہیں کرنا ہے۔

## چند آسان فہم مثالوں سے شبہ کا ازالہ:

01- اس کی مثال ایسے ہے کہ ہوائی جہاز اور ریل گاڑی کی آمد ورفت کا ٹائم ٹیبل پہلے سے طے ہوتا ہے کہ فلاں وقت ہوائی جہاز یا ریل گاڑی اپنے مقام پر پہنچیں گے اور عموماً وقت مقررہ پر ہی ان کی آمد ورفت ہوتی ہے حالانکہ انہیں انجن کے ذریعے چلایا جاتا ہے اور وہ ڈرائیور کے ارادے کے موافق حرکت کرتا ہے۔ ٹائم ٹیبل کا انجن کے حرکت کرنے میں کوئی عمل دخل نہیں یعنی ٹائم ٹیبل انجن کی حرکت کے تابع ہے نہ کہ انجن ٹائم ٹیبل کے تابع ہو کر حرکت کر رہا ہے۔

02- ہم نے ایک ماہ پہلے ہوائی جہاز میں سیٹ بک کرالی۔ اب ہمیں ایک ماہ پہلے یہ علم ہوتا ہے کہ فلاں دن فلاں وقت ہوائی جہاز لاہور سے اسلام آباد کے لیے روانہ ہوگا۔ اس وقت کو ہم نے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ چونکہ ہم کو پہلے علم تھا اور ہم نے اپنی ڈائری میں لکھ رکھا تھا کہ فلاں وقت جہاز لاہور سے روانہ ہوگا اس لیے ہمارے علم اور لکھے ہوئے کے تابع ہو کر جہاز وقت مقررہ پر اسلام آباد کے لیے پرواز کر رہا ہے بلکہ جہاز نے تو اپنے مقررہ پروگرام کے مطابق پرواز کی ہمیں اس کی پرواز کے پروگرام کا پہلے علم ہوگیا یعنی ہمارا علم جہاز کے شیڈول کے تابع ہے، جہاز کا شیڈول ہمارے علم کے تابع نہیں۔

03- کسی انجینئر نے ایک خوب صورت محل بنانے سے پہلے وہاں کی جگہ اور محل میں استعمال ہونے والے سامان (مثلاً سریا، اینٹیں وغیرہ) کی صلاحیت وطاقت کا اندازہ لگا کر

بتایا کہ اس جگہ پر محل تعمیر کیا جائے تو وہ پچاس سال تک قائم رہے گا تو اب اس محل کا پچاس سال تک قائم رہنا اس انجینئر کے علم کے تابع نہیں بلکہ انجینئر کا علم اس محل کے اجزائے ترکیبی کی صلاحیت کے مطابق ہے۔

مخلوق کا علم محیط و کامل نہیں بلکہ محض قواعد و اصول اور اندازے کی بناء پر کوئی شیڈول اور پروگرام مقرر کیا جاتا ہے اس لیے بعض اوقات ان کے قبل از وقت اندازے غلط ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا علم قدیم اور کامل ہے اور تمام جزئیات و ذرات کو محیط (گھیرے ہوئے) ہے لہٰذا ذرہ برابر بھی اس کے علم محیط کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اس ذات نے اپنی مخلوق کی کارکردگی کا قبل از وقت جو اندازہ لگایا وہ درست علم اور تقدیر ہے اس میں نہ غلطی ہوئی اور نہ غلطی ہوسکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

............ط اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ط قَدْجَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ○

﴿الطلاق:03﴾

''بے شک اللہ اپنے کام کو پورا فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ بنایا ہے''

یہ کیسے ممکن ہے کہ ہوائی جہاز اور ریل گاڑی چلانے والے کو تو اس کی صلاحیت کا علم ہو، محل تعمیر کرنے والے معمار کو یہ علم ہو کہ کس چیز میں کتنی استعداد ہے مگر خالقِ کائنات جو اس کائنات کے ہمہ گیر نظام کو چلا رہا ہے، اس کائنات کا خالق و پرودگار ہے وہ اپنی مخلوق کے حال اور مستقبل سے بے خبر ہو۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے اس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے۔

اس بات کو ایک اور انداز سے بھی سمجھا سکتا ہے کہ خود باری تعالیٰ کے افعال و تصرفات جو ہمہ وقت اس کائنات میں مشاہدہ کیے جاتے ہیں وہ سب اس کے علم قدیم میں پہلے سے ثابت ہیں یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں تو اس سے جہل لازم آئے گا جو ذات باری تعالیٰ کے لیے

ناممکن ومحال ہے،لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ وہ افعال وتصرفات پہلے سے علمِ قدیم ومحیط میں طے شدہ ہیں،اب سوال یہ ہے کہ خود باری تعالیٰ کے وہ تصرفات اس علم محیط کے خلاف ہو سکتے ہیں تو ظاہر ومسلم یہی ہے کہ نہیں ہو سکتے،اگر انسان کا فعل وعمل علم قدیم کے خلاف نہ ہو سکے تو عامل مجبور اور مضطر کہلائے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا کہا جائے گا وہ تو عجز اور اضطرار سے پاک ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ کسی فعل کے ساتھ علم الٰہی کے متعلق ہونے سے فاعل کا مسلوب الارادہ ہونا لازم نہیں۔علم قدیم ومحیط عامل کے اختیار وارادہ کی نفی نہیں کرتا۔

## تقدیر کی اقسام:

تقدیر کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

01- تقدیر معلق 02- تقدیر مبرم 03- تقدیر شبیہ مبرم

جن علماء کرام نے تقدیر کی دو قسمیں بیان کی ہیں انہوں نے تقدیر شبیہ مبرم کو تقدیر معلق میں ہی شمار کیا ہے۔

## 01۔تقدیر معلق:

یہ بدلتی رہتی ہے مثلاً لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص نیک بخت ہے یا بد بخت پھر اگر کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا کرے یا وہ خود کوئی نیک عمل کرے تو اس کی شقاوت،سعادت سے بدل جائے گی۔اگر وہ نیک کام نہ کرے اور کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا نہ کرے تو بدستور شقی رہے گا۔

### ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

تقدیر معلق کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کأنّ یکتب فی اللوح المحفوظ فلان یعیش عشرین سنة ان حج

و خمسة عشر ان لم یحج ﴿مرقاۃ جلد 01 صفحہ 240﴾

گویا کہ لوحِ محفوظ میں لکھ دیا جاتا ہے کہ اگر فلاں آدمی نے حج کیا تو اس کی عمر بیس سال ہوگی اور اگر حج نہ کیا تو عمر پندرہ سال ہوگی۔

## علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیر معلق کے بارے میں لکھتے ہوئے ایک مثال دیتے ہیں:

ان الرجل یکون قد بقی من عمرہ ثلاثون سنة فیقطع رحمه فیردالی ثلاثة ایام ویکون قد بقی من عمرہ ثلاثة ایام فیصل رحمه فیرد الی ثلاثین سنة ﴿روح البیان جلد 04 صفحہ 358﴾

''ایک آدمی کی عمر کے تیس سال باقی ہوتے ہیں جب وہ قطع رحمی کرتا ہے یعنی رشتہ داروں سے تعلّق توڑتا ہے تو اس کی عمر کم ہو کر تین دن رہ جاتی ہے اور ایک آدمی کی عمر کے تین دن باقی ہوتے ہیں وہ صلہ رحمی کرتا ہے یعنی رشتوں کا تعلّق برقرار رہتا ہے تو اس کی عمر تیس سال بڑھا دی جاتی ہے''

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ○ ﴿رعد:39﴾

''اللہ جو چاہے مٹاتا ہے اور ثابت (پختہ) کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے''

اس آیت کریمہ سے مفسرین کرام نے تقدیر کی قسمیں استنباط کی ہیں کہ آیت کریمہ میں مٹانے اور پختہ کرنے سے مراد تقدیر معلّق ہے اور امّ الکتاب سے مراد تقدیر مبرم ہے۔

تقدیر معلق کے متعلق امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الستم تزعمون ان المقادیر سابقة قد جف بها القلم ولیس الامر

بانف فکیف یستقیم مع ھذا المعنی المحووالا ثبات ؟

قلنا ذالك المحووالاثبات ایضا مماجف به القلم فلا یمحو الا

ماسبق فی علمه وقضائه محوه ﴿تفسیر کبیر جلد07صفحه52﴾

(اگر کہا جائے ) اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو ہونا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا تو پھر کسی چیز کے مٹانے یا ثابت رکھنے کا کیا معنیٰ؟

ہم کہیں گے اس محو اور اثبات کے متعلق بھی قلم خشک ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علمِ قدیم اور اس کی قضاء میں کسی چیز کا محو و اثبات بھی پہلے سے لکھا ہوا ہے

## علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ

قضاءِ معلّق کے بارے میں رقم طراز ہیں:

ان اللّٰه تعالیٰ کان یعلم انه لولم یفعل ھذه الطاعة لکان عمره

اربعین سنة لکنه علم انه یفعلها ویکون عمره سبعین سنة

فنسبت ھذه الزیادة الی تلك الطاعة بناء علی علم اللّٰه تعالیٰ

﴿شرح عقائد صفحه119﴾

”اللہ تعالیٰ کو علم تھا مثلاً اگر انسان نے یہ نیکی نہ کی تو اس کی عمر چالیس سال ہو گی لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان وہ نیکی کرے گا اور اس کی عمر ستر سال ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کے علم کی بناء پر اس اضافہ کی نسبت نیکی کی طرف کر دی گئی“

## قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کے متعلق بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

قال ابن عباس یمحواللّٰه مایشاء ویثبت یعنی مما کان فی اللوح

فما کان مکتوبا قابلا للمحو یسمی بالقضاء المعلق یمحوہ اللّٰہ تعالیٰ بایجاد ماعلق محوہ بہ سواء کان ذلک التعلیق مکتو با فی اللوح اومضمرافی علم اللّٰہ تعالیٰ ومالیس قابلا للمحو یسمی بالقضاء المبرم وذلک القضاء لایرد ﴿تفسیر مظہری جلد05صفحہ 110﴾

''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے یعنی جو لوح میں لکھا ہوا ہے اور جو لکھا ہوا مٹانے کے قابل ہوتا ہے اسے قضاء معلق کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس چیز کو پیدا فرما کر مٹاتا ہے جس کے ساتھ اس کا مٹانا معلق ہے چاہے وہ تعلیق لوح میں لکھی ہوئی ہو یا علم الٰہی میں مضمر ہو اور جو مٹانے کے قابل نہ ہو اسے قضاء مبرم کہتے ہیں اس میں ردو بدل نہیں ہوتا''

قضاء معلق کے بارے میں مختلف احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزید فی العمر الا البر ولا یرد القدرالا الدعاء وان الرجل لیحرم الرزق بخطیئۃ یعملھا ﴿سنن ابن ماجہ صفحہ10﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے اور تقدیر صرف دعا سے ٹلتی ہے اور انسان اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عن انس بن مالک قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سرہ ان یبسط لہ رزقہ اوینسأ فی اثرہ فلیصل رحمہ

﴿بخاری شریف جلد1صفحہ 277﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس کو رزق کی کشادگی یا عمر میں زیادتی سے خوشی ہو وہ رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔

امام ترمذی روایت بیان کرتے ہیں۔

عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر ﴿جامع ترمذی جلد 02 صفحہ 36﴾

"حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قضاء صرف دعا سے ٹلتی ہے اور عمر نیکی سے زیادہ ہوتی ہے"

عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمعہ یقول ان الصدقۃ وصلۃ الرحم یزید اللہ بھما فی العمر ویدفع بھما میتۃ السوء یدفع اللہ بھما المکروہ والمحذور ﴿مجمع الزوائد جلد 08 صفحہ 194﴾

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صدقہ کرنے اور رشتہ داروں سے میل جول رکھنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور اس سے بری موت دور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ناپسندیدہ اور بری اشیاء کو دور کرتا ہے"

عن علی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یمد اللہ فی عمرہ ویوسع لہ فی رزقہ ویدفع عنہ میتۃ السوء فلیتق اللہ ولیصل رحمہ ﴿مستدرک جلد 05 صفحہ 86﴾

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس پر خوش ہو کہ اللہ اس کی عمر بڑھائے اور اس کے رزق میں وسعت دے اور

اس سے بری موت دور کرے، اسے چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور رشتہ داروں سے تعلق جوڑے“

امام حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

لا ینفع الحذر من القدر ولکن اللّٰہ یمحوبالدعاء مایشاء من القدر

﴿مستدرک جلد02صفحہ460﴾

”تقدیر سے ڈرنے کا فائدہ نہیں ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ دعا کے سبب سے جو چاہتا ہے تقدیر سے مٹا دیتا ہے“

تقدیر کی تبدیلی کے بارے میں جتنی بحث ہے یہ مخلوق کے اعتبار سے ہے۔اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی میں یہ پہلے سے مقرر ہوتا ہے کہ فلاں شخص کی شقاوت،سعادت میں بدلے گی یا وہ بدستور شقی رہے گا اور اس کی عمر کی کمی اور زیادتی بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں مقرر ہوتی ہے۔

## 02۔تقدیر مبرم:

تقدیر مبرم اٹل اور محکم ہے،اس میں تبدیلی ناممکن ہے اس لیے کہ تقدیر مبرم اللہ تعالیٰ کے علم قدیم سے عبارت ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر وتبدل سے جہل لازم آتا ہے نہ اس کا علم بدل سکتا ہے اور نہ ہی تقدیر مبرم بدلتی ہے اسے ام الکتٰب سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔تقدیر مبرم کے متعلق مفسرین نے آیت کریمہ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ ○ سے استدلال کیا ہے وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ سے وہ تقدیر مبرم مراد لیتے ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ○ ﴿الاعراف:34﴾

''اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو گی نہ آگے''

قضاء مبرم کے متعلق احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حدثنا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو الصادق المصدوق فواللّٰہ ان احدكم ليعمل بعمل اهل النار حتى مايكون بينه وبينها غير ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل الجنة فيدخلها وان الرجل ليعمل بعمل اهل الجنة حتى مايكون بينه وبينها غير ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل النار فيدخلها

﴿بخاری شریف جلد02صفحہ 976﴾

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سچے ہیں خدا کی قسم، تم میں سے کوئی شخص جہنمیوں والے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ جنتیوں کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور کوئی شخص جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ دوزخیوں جیسے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے''۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک اور روایت بیان کرتے ہیں۔

قال ابوهريرة قال لى النبى صلی اللہ علیہ وسلم جف القلم بما انت لاق

﴿بخاری شریف جلد 02صفحہ 976﴾

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری ایک اور روایت یوں بیان کرتے ہیں۔

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یاتی ابن آدم النذر بشیٔ لم یکن قد قدرته ولکن یلقیه القدر وقد قدرته له استخرج به من البخیل ﴿صحیح بخاری جلد 02صفحه978﴾

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ منت بنی آدم کو ایسی کوئی چیز نہیں دیتی جو اس کے مقدر میں نہ ہو لیکن تقدیر اس کو نذر کی طرف لے جاتی ہے اور میں نے اس کے لیے منت مقدر کر دی ہے کہ اس کے ذریعہ بخیل سے کچھ میں نکلوا لیتا ہوں''۔

حضرت امام مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت بیان کرتے ہیں:

عن عبداللّٰہ بن عمر وبن العاص قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کتب اللّٰہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السمٰوٰت والارض بخمسین الف سنة قال وعرشه علی الماء ﴿مسلم شریف جلد 02صفحه 335﴾

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا اور عرش پانی پر تھا''۔

## علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وقد علم اللّٰہ بما سیقع من ذلك فبالنسبة الی اللّٰہ تعالیٰ لا زیادة ولا نقصان ویقال له القضاء المبرم وانما یتصور الزیادة بالنسبة الیهم ویسمی مثله بالقضاء المعلق ﴿عمدة القاری جلد 22صفحه 143﴾

”اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اسی سے واقع ہونے والا ہے لہٰذا کمی اور زیادتی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جاسکتی۔اسے قضاء مبرم کہتے ہیں اور زیادتی یا کمی کی نسبت مخلوق کی طرف متصور ہوگی اوراس کا نام قضاء معلّق ہے“

مراد یہ کہ تقدیر کی یہ تقسیم مخلوق کے اعتبار سے ہے اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں تو کمی بیشی،شقاوت وسعادت اورسب کچھ پہلے سے مقرر ہوتا ہے۔

## علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

والعقیدة انه لا تبدیل لقضاء اللّٰہ وهذا المحووالا ثبات مماسبق به القضاء وقد تقدم ان من القضاء ما یکون واقعا محتویاوهو الثابت ﴿تفسیر قرطبی جلد 09صفحه283﴾

”عقیدہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی قضاء میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور یہ محو و اثبات پہلے سے تھا اور جو کچھ قضاء میں مقرر ہو چکا ہے اس کا واقع ہونا یقینی ہے“۔

## علامہ یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ:

تقدیر کے متعلقات پر گفتگو کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں:

”بعض احادیث میں نیک اعمال کی وجہ سے رزق اور عمر کی زیادتی کا جوذکر ہے یہ فرشتوں اورلوحِ محفوظ کے اعتبار سے ہے“۔

فیظهر لهم فی اللوح ان عمره ستون سنة الا ان یصل رحمه فان

وصلها زید له اربعون وقد علم اللّٰه سبحانه و تعالیٰ ماسیقع له من ذلك وهو من معنی قوله یمحواللّٰه مایشاء ویثبت فبالنسبة الی علم اللّٰه تعالیٰ وما سبق به قدره لا زیادة بل هی مستحیلة وبالنسبة الی ماظهر للمخلوقین یتصور الزیادة وهومراد الحدیث

﴿شرح مسلم جلد 02صفحه 315﴾

تو فرشتوں کے لیے ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے اگر اس نے صلہ رحمی کی تو اس کی عمر چالیس سال زیادہ کر دی جائے گی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ واقع میں اس کی عمر کتنی ہے اور قرآن حکیم کی آیت یمحوا اللّٰه مایشاء و یثبت سے یہی مراد ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور تقدیر مبرم کے اعتبار سے اس کی عمر میں کوئی زیادتی نہیں بلکہ زیادتی محال ہے اور مخلوق پر جو لوح محفوظ سے ظاہر کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے زیادتی متصور ہوگی اور یہی مرادِ حدیث ہے۔

## امام اہلِ سنت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ:

ایک سوال کے جواب میں تقدیر کے متعلق رقم طراز ہیں:

اللہ عزوجل فرماتا ہے یمحواللّٰه مایشاء ویثبت وعنده ام الکتاب "اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے جو چاہے اور ثابت فرماتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے" اصل کتاب لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے وہ نہیں بدلتا فرشتوں کے صحیفوں اور لوح محفوظ کے پٹھوں میں جو احکام ہیں وہ شفاعت و دعا و خدمت والدین و صلہ رحم سے زیادت و برکت کی جانب یا گناہ و ظلم و نافرمانی والدین و قطع رحم سے دوسری طرف بدل جاتے ہیں مثلاً صحف ملائکہ میں زید کی عمر ساٹھ برس تھی اس نے سرکشی کی بیس برس پہلے ہی اس کی موت کا حکم آ گیا یا نیکی کی بیس

برس اور زندگی کا حکم فرمایا گیا یہ تبدیل ہوئی لیکن علم الٰہی ولوح محفوظ میں وہی چالیس (40) یا اسی (80) سال لکھے تھے ان کے مطابق ہونا لازم۔ ﴿فتاوی افریقه صفحه 162﴾

## 03۔ تقدیر شبیہ مبرم:

تقدیر کی تین اقسام بیان کرتے ہوئے علامہ شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

تقدیر و قضا ہم معنی ہیں۔ قضاء کی تین قسمیں ہیں۔

(1) مبرم حقیقی: جو علم الٰہی میں کسی چیز پر معلق نہیں۔

(2) معلق محض: ملائکہ کے صحیفوں میں جس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہو۔

(3) معلق شبیہ مبرم: صحف ملائکہ میں جس کی تعلیق مذکور نہیں مگر وہ علم الٰہی میں معلق ہے۔

مبرم حقیقی کی تبدیلی محال ہے اگر محبوبانِ بارگاہ اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس سے روک دیا جاتا ہے مثلاً فرشتے قومِ لوط پر عذاب لے کر آئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بآں قرب و اختصاص بہت کچھ عرض و معروض کی یہاں تک کہ ان کی عرض و معروض کو قرآن کریم نے مجادلے سے تعبیر فرمایا يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْط "ابراہیم ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا"۔ مگر چونکہ یہ عذاب مبرم حقیقی تھا اس لیے نہ رُکا قضاء معلق، اولیاء کرام کی دعاؤں ان کی توجہ، اعمال حسنہ سے ٹل جاتی ہے۔ معلق شبیہ مبرم تک عام اولیاء کرام کی رسائی نہیں اکابر کی ہے جو ان کی دعا، توجہ سے ٹل جاتی ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی کو فرمایا: انی ا رد القضاء بعد ماابرم ...... میں قضاء مبرم کو بدل دیتا ہوں۔

اور اسی کو حدیث میں فرمایا گیا:

انَّ الدعا ء یرد القضاء بعد ما ابرم دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

﴿نزهة القاری جلد 01 صفحہ 374﴾

## صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ:

قضا تین قسم ہے مبرم حقیقی کہ علم الٰہی میں کسی شے پر معلّق نہیں اور معلّق محض کہ صحف ملائکہ میں کسی شے پر اس کا معلّق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے اور معلّق شبیہ مبرم کہ صحف ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الٰہی میں تعلیق ہے وہ جو مبرم حقیقی ہے اس کی تبدیلی ناممکن ہے اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرما دیا جاتا ہے ملائکہ قوم لُوط پر عذاب لے کر آئے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ان کافروں کے بارے میں اتنے ساعی ہوئے کہ اپنے رب سے جھگڑنے لگے۔ ان کا رب فرماتا ہے يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ہم سے جھگڑنے لگا قوم لوط کے بارے میں۔ یہ قرآن عظیم نے ان بے دینوں کا رد فرمایا جو محبوبانِ خدا کی بارگاہ عزت میں کوئی عزت و وجاہت نہیں مانتے اور کہتے ہیں اس کے حضور کوئی دم نہیں مار سکتا۔ حالانکہ ان کا رب جل جلالہ ان کی وجاہت اپنی بارگاہ میں ظاہر فرمانے کو خود ان لفظوں سے ذکر فرماتا ہے کہ ہم سے جھگڑنے لگا قوم لوط کے بارے میں حدیث میں ہے شبِ معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی کہ کوئی شخص اللہ جل جلالہ کے ساتھ بہت تیز اور بلند آواز سے گفتگو کر رہا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل امین علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں عرض کی موسیٰ علیہ السلام۔ فرمایا کیا اپنے رب پر تیز ہو کر گفتگو کرتے ہیں عرض کی ان کا رب جانتا ہے کہ ان کے مزاج میں تیزی ہے۔ جب آیتِ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ نازل ہوئی کہ بے شک عنقریب تمہیں تمہارا رب اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا لا ارضی و واحد من امتی فی النار۔ ایسا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک اُمتی بھی آگ میں ہو۔ یہ تو شانیں بہت رفیع ہیں جن پر رفعت عزت وجاہت ختم ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ قومِ لوط پر عذاب قضائے مبرم حقیقی تھا خلیل اللہ علیہ السلام اس میں جھگڑے تو اُنھیں ارشاد ہوا

یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ

اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑو بے شک ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو پھرنے کا نہیں۔

وہ جو ظاہر قضائے معلق ہے اس تک اکثر اولیا کی رسائی ہوتی ہے ان کی دُعا سے اُن کی ہمت سے ٹل جاتی ہے اور وہ جو متوسط حالت میں ہے جسے صحف ملائکہ کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں اُس تک خاص اکابر کی رسائی ہوتی ہے حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اسی کو فرماتے ہیں میں قضائے مبرم کو رد کر دیتا ہوں اور اسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا

اِنَّ الدُّعَآءَ یَرُدُّ الْقَضَآءَ بَعْدَ مَا اُبْرِمَ

بے شک دُعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

مسئلہ: قضا و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سبب ہلاکت ہے صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے ماوشما کس گنتی میں۔ اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثل پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس و حرکت پیدا نہیں کیا بلکہ اس کو ایک نوع اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے بُرے، نفع نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اُسی بنا پر اُس پر مواخذہ ہے اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں۔

مسئلہ: بُرا کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیتِ الٰہی کے حوالہ کرنا بہت بُری بات ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اُسے منجانب اللہ کہے اور جو بُرائی سرزد ہو اس کو شامتِ نفس تصور کرے۔ ﴿بہارِ شریعت حصہ 1 صفحہ 5-6﴾

## حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ:

قضاء معلق شبیہ مبرم کے متعلق علامہ پانی پتی ملا طاہر لاہوری کا واقعہ نقل کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''پھر اس مسئلہ کا حل مجھ پر مشکل ہو گیا کہ قضاء مبرم کسی کی دعا سے کیسے بدل سکتی ہے کیونکہ اسے تو کسی صورت نہیں بدلا جا سکتا اگر وہ بدل جاتی ہے تو وہ مبرم نہیں ہوتی اور یہ خلف ہے یا محال کو لازم ہے پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس اشکال کا حل الہام فرمایا کہ قضاء معلق کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس کا لوح محفوظ میں معلق ہونا لکھا ہوتا ہے اور لکھا ہوتا ہے کہ اس قضاء کا رد فلاں فعل سے معلق ہے، دوسری وہ جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں لکھا ہوا نہیں ہوتا، وہ لوح محفوظ میں مبرم کی صورت میں ہوتی ہے لیکن اس کا مٹانا اور اثبات علم الٰہی میں معلق تھا۔ پس سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے جو ارشاد فرمایا قضا مبرم میری دعا سے بدل جاتی ہے۔ یہ اس قضاء کے متعلق ہے جو لوح محفوظ میں مبرم شکل میں ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں مبرم نہیں ہوتی۔ پس ملاّ طاہر کی شقاوت اس قبیل سے تھی، یعنی لوح محفوظ میں مبرم کی شکل میں تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں حضرت مجدد کی دعا سے اس کا مٹنا معلق تھا''۔

﴿تفسیر مظھری جلد 05صفحہ 112﴾

تقدیر کی یہ تقسیم مخلوق کے اعتبار سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف کمی یا زیادتی کی نسبت نہیں کی جا سکتی اس لیے کہ اس سے جہل لازم آتا ہے اور اللہ تعالیٰ جہل سے منزہ ہے اس کے علم قدیم میں سب کچھ پہلے سے مقرر اور طے شدہ ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رزق اور عمر تقدیر میں مقرر ہو چکا ہے تو پھر اس میں کمی اور زیادتی کیسے متصور ہو گی علامہ ابو الفرج نے اس کے پانچ جواب دیئے ہیں۔

01- ”رزق میں زیادتی سے مراد وسعت رزق اور عمر میں زیادتی سے مراد صحتِ بدن ہے کیونکہ غناء کو زندگی اور فقر کو موت کہا جاتا ہے۔

02- کسی انسان کی زندگی سو (100) سال لکھی گئی اور اس کی نیکی کی زندگی کے اسی (80) سال لکھے گئے اور جب اس نے صلہ رحمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی میں بیس سال بڑھا دیئے یہ دونوں باتیں ابن قتیبہ نے کہی ہیں۔

03- عمر میں یہ زیادتی ازل سے مقدر تھی لیکن اس اضافہ کو بطور انعام صلہ رحمی پر موقوف کیا گیا تھا گویا یوں لکھا گیا تھا کہ فلاں شخص پچاس سال زندہ رہے گا اور اگر اس نے صلہ رحمی کی تو ساٹھ سال زندہ رہے گا۔

04- یہ زیادتی لوح محفوظ میں لکھی گئی (یعنی عمر میں کمی یا زیادتی) اور اللہ تعالیٰ کا علم لوح محفوظ کے علاوہ ہے سو اللہ تعالیٰ کے علم میں انسان کی عمر کی جو انتہا ہے اس میں کوئی تغیر نہیں اگر اس پر یہ اشکال ہو کہ جب انسان کی حتمی عمر میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں تو پھر لوح محفوظ میں کمی یا زیادتی کا کیا فائدہ اس کا جواب یہ ہے کہ معاملات کا دارومدار ظاہر پر ہے اور معلوم باطن (اللہ تعالیٰ کا علم قدیم) مخفی ہے اس پر حکم معلق نہیں پس یہ جائز ہے کہ لوح محفوظ میں لکھے گئے میں کمی اور زیادتی، محو اور اثبات ہو، تاکہ یہ محو و اثبات شارع علیہ السلام کے واسطے سے لوگوں تک پہنچے اور اس سے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی فضیلت اور والدین کی نافرمانی کی نحوست کا علم ہو۔

05- عمر میں زیادتی سے مراد عمر میں برکت، نیک کاموں میں توفیق دینا، مقاصد کو انجام تک پہنچانا ہے کہ وہ شخص تھوڑی عمر میں وہ کام سرانجام دیتا ہے جن کو دوسرے زیادہ عمر میں بمشکل سرانجام دیتے ہیں اور قاضی عیاض نے کہا: اس سے یہ مراد ہے کہ موت کے بعد اس کا ذکر خیر لوگوں کی زبانوں پر جاری رہے گا گویا وہ فوت نہیں ہوا زندہ ہے اور حکیم ترمذی نے کہا اس برزخ میں کم عرصۂ قیام مراد ہے۔ ﴿عمدة القاری جلد 11 صفحہ 259﴾

## مسئلہ تقدیر کے متعلق معتزلہ کے عقائد:

ماضی کے ایک گمراہ فرقے معتزلہ اور قدریہ کا مذہب یہ ہے کہ انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے۔ وہ یہ بات اس وجہ سے کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ انسان کے افعال کا خالق ہو تو برے کاموں پر سزا دینا ظلم ہوگا کیونکہ برے کام بھی اسی نے پیدا کیے اور پھر سزا بھی خود دے رہا ہے اور اچھے کاموں پر اجر و ثواب دینا بے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ نیک کام تو اللہ تعالیٰ نے خود پیدا کیے تو انسان کا اس میں کیا کمال ہے اور اسے کس بات کا ثواب مل رہا ہے اللہ تعالیٰ کا کوئی کام بے کار و بے مقصد نہیں اس لیے ماننا پڑے گا کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے ۔معتزلہ اور قدریہ کا موقف یہ بھی ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں اور بندہ جو کچھ کام کرتا ہے پہلے سے اللہ تعالیٰ کو ان افعال کا کوئی علم نہیں ہوتا (العیاذ باللہ) یعنی صدور فعل سے قبل وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ان کا علم ثابت نہیں کرتے یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے علم قدیم محیط کی نفی کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ قدماء معتزلہ کا تھا اس عقیدہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف جہل کی نسبت آتی تھی۔ متاخرین معتزلہ نے اس عقیدہ کو ترک کر دیا۔ متاخرین معتزلہ اس بات کو مانتے ہیں کہ بندوں کے افعال وجود میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اللہ تعالیٰ کا اس میں کچھ دخل نہیں، اس لیے کہ ان کے نزدیک اگر جملہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ کو مان لیا جائے تو پھر شرور وقبائح کی نسبت اس کی طرف لازم آتی ہے جو محال ہے۔

## علامہ یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ:

قدریہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم اور افعال عباد کے خالق ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ قدریہ کی دونوں جماعتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وانكرت القدرية هذا وزعمت انه سبحانه و تعالىٰ لم يقدرها ولم يتقدم علمه سبحانه بها وانها مستا نفة العلم ا ى انما يعلمها سبحانه بعد وقوعها وكذبوا على اللّٰه سبحانه وتعالىٰ وجل عن اقوالهم الباطلة علوا كبيرا وسميت هذه الفرقة قدرية لانكارهم القدر قال اصحاب المقالات من المتكلمين وقد انقرضت القدرية القائلون بهذا القول الشنيع الباطل ولم يبق احد من اهل القبلة عليه وصارت القدرية فى الازمان المتاخرة تعتقد اثبات القدر ولكن يقولون الخير من اللّٰه والشر من غيره

﴿شرح مسلم جلد 01 صفحہ 27﴾

''قدریہ نے ان کا انکار کیا اور ان کا زعم یہ تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان اشیاء کو پہلے مقدر نہیں کیا اور نہ پہلے اللہ کو ان کا علم تھا۔ ان اشیاء کے واقع ہونے کے بعد اللہ سبحانہ کو ان کا علم ہوتا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اقوال باطلہ سے بہت بلند ہے اس فرقہ کو قدریہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ تقدیر کا انکار کرتا ہے۔ متکلمین نے کہا کہ یہ فرقہ اب ختم ہو چکا ہے اور اہل قبلہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے البتہ بعد میں قدریہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو تقدیر کے معتقد ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ خیر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جانب سے ہے اور شر اس کے غیر کی جانب سے ہے''۔

قدریہ کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ کو بندوں کے افعال کا خالق مان لیا جائے تو پھر برائیوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی پڑے گی جو کہ محال ہے تو اب معنی یہ ہوگا کہ بندے اور اس کی تمام قوتیں تو خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں لیکن بندے کے افعال خود اس کے

تخلیق کردہ ہیں ان کے صدور میں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے کا کوئی دخل نہیں۔قدریہ کے نظریہ کو ایک مثال کے ذریعے جانیے ......ایک شخص کو پیدا اللہ تعالیٰ نے کیا۔اسے ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء بھی اللہ تعالیٰ نے دیئے۔ان اعضاء میں قوت بھی خدائے وحدہ لاشریک نے ودیعت فرمائی اور وہ اپنے ہاتھ میں تلوار پکڑ کر کسی بے گناہ شخص کو قتل کر دیتا ہے تو قدریہ کے نزدیک وہ ہاتھ اور تلوار تو خدا کی دی ہوئی ہے لیکن اسے چلانا بندے کا کام ہے اس میں خدا تعالیٰ کے ارادے کا کوئی تعلق نہیں۔اسی طرح ان کے نزدیک اس فعل کی برائی کا اللہ تعالیٰ کی طرف انتساب نہیں ہوسکتا۔لیکن انہوں نے اس طرف توجہ ہی نہیں کی کہ ارتکاب جرم کی طرح اعانت جرم یعنی جرم پر تعاون کرنا بھی تو جرم ہے۔خون ناحق کے لیے اسباب ووسائل اور تمام آلات اگر ایک شخص نے قاتل کو فراہم کیے اور اس بات کو جانتے ہوئے کہ قاتل ان آلات واسباب کے ساتھ بے گناہ لوگوں کا خون کرے گا، باوجود اس کے کہ اگر وہ چاہتا تو ان اسباب وآلات پر قاتل کو قدرت ہی نہ دیتا، تو ایسی صورت میں کوئی بھی عقل مند ایسے شخص کو بالکلیہ جرم مذکور سے بری نہیں سمجھے گا کہ آخر اس ظالم شخص کو قوت و طاقت اور اسباب وآلات قتل بھی تو اسی نے فراہم کیے۔قدریہ کے لیے بندوں کو خالق افعال مان کر بھی کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرور وقبائح کی نسبت سے انکار کرسکیں۔اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے نمرود کو پیدا کیا، اسے صحت وتندرستی سے نوازا، سازوسامان اور جاہ جلال عطا کیا، قوت اقتدار بھی ودیعت کی، اسی غرور میں اس نے اپنی خدائی کا دعوی کر دیا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کو ٹھکرا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم قدیم سے جانتا تھا کہ نمرود اپنی ساری قوت وطاقت کو شرارت وفساد، گمراہی اور اضلال کے کاموں میں استعمال کرے گا۔تو سوال یہ پیدا ہوا کہ ان سب باتوں کا علم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیوں کیا؟ یا پھر پیدا کرنے کے بعد اسے قوت وطاقت،

ساز و سامان اور اقتدار ہی کیوں عطا کیا؟ الغرض محض بندوں کو افعال کا خالق مان کر بھی یہ عقدہ حل نہیں ہوتا جس کو حل کرنے کے لیے قدریہ اور معتزلہ نے اس گمراہ عقیدہ کو ایجاد کیا۔ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم کو متاخرین معتزلہ و قدریہ نے تسلیم کیا تو جب اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے یہ علم تھا کہ فلاں شخص شر و فساد اور شرارت و بغاوت کو پھیلائے گا تو سوال یہ پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس شخص کے روکنے پر قدرت ہے یا نہیں؟ اگر قدرت نہیں تو پھر عجز لازم آئے گا اور ایسا عجز کہ خالق اپنی مخلوق کے مقابلہ میں عاجز ٹھہرا اور یہ عقیدہ صریح کفر اور اگر روکنے پر قدرت ہے تو پھر شرارت و فساد سے روکتا نہیں تو اس سے سفاہت لازم آئے گی اور دونوں صورتیں کفر و گمراہی پر دال ہیں۔

## بندوں کے افعال کی تخلیق:

اہلِ سنت کے نزدیک افعال عباد کا خالق اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہے۔ انسان ارادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا فرما دیتا ہے۔ اس ارادہ کو ہی کسب کہتے ہیں۔ اگر انسان اچھے فعل کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ نیک فعل پیدا فرما دیتا ہے۔ اگر برے کام کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ برا فعل پیدا فرما دیتا ہے اور انسان باعتبار کسب، جزا و سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے قرآن حکیم کی متعدد آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تمام افعال کا خالق اللہ وحدہ لاشریک ہے۔

............ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ ﴿رعد:16﴾

”تم فرماؤ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے“

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴿الصفت:96﴾

”اور اللہ ہی خالق ہے تمہارا اور ان کا بھی جنہیں تم بناتے ہو“

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ج وَهُوَ

عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡلٌ ۝ ﴿الانعام:102﴾

''یہ ہے اللہ تمہارا رب اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کا بنانے والا ہے اسے پوجو اور وہ ہر چیز کا مختار ہے''

وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ ﴿التکویر:29﴾

''اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہان کا رب''

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ ۫ وَّہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡلٌ ۝ ﴿الزمر:62﴾

''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے''

ان آیات کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام اشیاء کو تخلیق کرنا ذاتِ باری تعالیٰ کا کام ہے اور وہی بندوں کے افعال کا خالق ہے۔

## علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ:

اہلِ سنت کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ نووی رقم طراز ہیں:

فان اھل الحق یفوضون امورھم الی اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ ویفیضون القدر والا فعال الی اللّٰہ تعالیٰ ﴿شرح مسلم جلد 01صفحہ 27﴾

اہلِ حق تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرتے ہیں تقدیر اور افعال کو بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔

## علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ:

افعال العباد کلھا بارادتہ و مشیئتہ (وقال) لایقال لوکان الکفر بقضاء اللّٰہ تعالیٰ لوجب الرضاء بہ لان الرضاء بالقضاء واجب واللازم باطل لان الرضاء بالکفر کفر لانا نقول الکفر مقضی

**لاقضاء والرضاء انما یجب بالقضاء دون المقضی ﴿شرح عقائد صفحہ 104﴾**

بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔ یہ نہ کہا جائے کہ اگر کفر اللہ تعالیٰ کی قضاء سے ہو تو ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر سے راضی ہو۔ کیونکہ قضاء سے راضی ہونا واجب ہے اور کفر سے راضی ہونا خود کفر ہے۔ تو ہم کہیں گے کفر قضاء نہیں مقضی ہے اور رضا قضاء کے ساتھ واجب ہے نہ کہ مقضی سے۔

## ایک اعتراض:

قدریہ اہلِ سنت پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب بندوں کے تمام اچھے افعال کا خالق اللہ ہے تو شرور وقبائح یعنی برائیوں اور بری چیزوں کا خالق کس کو مانو گے، اگر شرور اور قبائح کا خالق بھی اللہ تعالیٰ کو مان لیا جائے تو پھر اس کی تنزیہ وتقدیس پر حرف آئے گا۔

## جوابِ اعتراض:

اہلِ سنت بندوں کے تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور شرور وقبائح کا خالق بھی اللہ تعالیٰ کو ہی کہتے ہیں جس میں بظاہر قبائح کی نسبت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف لازم آتی ہے جس سے بچنے کے لیے معتزلہ نے افعال عباد کا خالق بندوں کو تجویز کیا۔ واضح رہے کہ ایک چیز اگر فی نفسہ خراب اور بری ہے مگر کچھ دوسری چیزوں کے ساتھ مل کر مجموعہ مرکب کو حسین اور خوبصورت بنا دیتی ہے۔

مثال کے طور پر ایک خوب صورت انسان کو دیکھیے، اگر اس کے جسم کی آنتیں اور خون نکال کر علیحدہ علیحدہ کسی برتن میں رکھیں تو ان چیزوں میں کوئی خوبی اور حسن نظر نہیں آئے گا مگر اس کے باوجود جب آنتیں انسان کے پیٹ میں ہوں اور خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا ہو تو اب یہی چیزیں مجموعی حیثیت سے انسان کے حسن وجمال کی رعنائیوں میں اضافہ کرتی ہیں۔

دوسری طرف یہ کہ پیدا شدہ چیز خواہ وہ افعالِ مخلوق ہوں یا کوئی اور چیز، وہ اپنی ذات کے لحاظ سے بری ہو یا اچھی، بہر حال وجود بخشا حسن و خوبی ہے وجود دینے والا ہر صورت میں تعریف کا حقدار ہی رہے گا کہ اس نے اپنی کاری گری کے ذریعے کسی چیز کو وجود عطا کیا۔

مثال کے طور پر ایک شعبدہ باز کسی چیز کو اپنے تھیلے میں ڈال کر اسے ہلاتا ہے اور کچھ دیر کے بعد اس تھیلے سے ایک چلتی پھرتی چڑیا نکال کر دکھا دیتا ہے جس سے دیکھنے والے مسرور اور متعجب ہو جاتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہی شعبدہ باز تھیلے میں رسی ڈال کر بعد میں تھیلا جھاڑتا ہے تو وہ دوڑتا ہوا سانپ دکھائی دیتی ہے جس سے دیکھنے والے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ چڑیا ایک بے ضرر اور خوب صورت پرندہ ہے اور سانپ ایک برا اور موذی جانور ہے لیکن تماشہ دیکھنے والوں کی نظر میں شعبدہ باز ہر صورت میں مستحقِ تعریف ہے کیونکہ اس نے تو دونوں صورتوں میں اپنا شعبدہ اور کمال دکھایا۔ چڑیا اپنی ذات کے اعتبار سے خوب صورت اور سانپ ذاتی اعتبار سے بدطینت سہی لیکن مجموعہ تماشا کے لحاظ سے دونوں خیر ہیں۔ کسی بھی لحاظ سے شعبدہ باز کی طرف برائی کی نسبت نہیں کی جاتی۔

اسی طرح انجینئر جہاز بناتے وقت اس میں بیٹھنے کے لیے خوب صورت کرسیاں، زیب و زینت کیلئے مختلف خوب صورت چیزیں بھی لگاتا ہے اور بیت الخلاء بھی بناتا ہے جہاں نجاست ڈالی جاتی ہے۔ اب زیب و آرائش والی چیزیں ذات کے اعتبار سے اچھی اور بیت الخلاء بری مگر انجینئر ہر صورت میں قابلِ مدح اور قابلِ تحسین ہے اور مجموعہ جہاز کی نسبت دونوں چیزیں اچھی ہیں کہ جہاز کا کام ان انواع کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔

ایک سائنس دان کو دیکھیے کہ اس نے موبائل فون ایجاد کیا اور میزائل بھی بنایا۔ موبائل فون ذات کے اعتبار سے اچھی چیز ہے کہ آدمی دور رہ کر بھی اپنوں سے رابطہ میں رہتا ہے اور میزائل ذات کے اعتبار سے انتہائی تباہ کن ہتھیار ہے اس سے انسانی جانیں ضائع ہو

جاتی ہیں۔ ذات کے اعتبار سے ایک چیز اچھی اور ایک بری مگر سائنس دان تو دونوں چیزوں کے بنانے پر مستحقِ مدح وتعریف ہے کہ اس کی ایجاد تو انوکھی اور نئی ہے۔

بلا تمثیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ خیر اور شر دونوں کا خالق ہے، ایمان کا بھی خالق اور کفر کا بھی خالق ہے، تقویٰ کا بھی خالق ہے اور گناہ کا بھی۔ ہر خیر اور بھلائی اپنی ذات کے لحاظ سے اچھی اور شر اپنی ذات کے لحاظ سے بری مگر وجود دینے اور پیدا کرنے کے لحاظ سے دونوں کا خالق باکمال اور مستحقِ مدح وثناء ہے کہ اس نے بہر حال انہیں وجود عطا کیا جو احسان اور نعمت ہے۔ اور اس نے ان انواع کی تخلیق میں فیاضی کا مظاہرہ کیا کہ ہر نوع کو ذاتی خصوصیت دکھانے کا موقع فراہم کیا اور مجموعہ عالم کے اعتبار سے ان میں سے کوئی بھی چیز شر نہیں، کہ مجموعہ عالم کا کمال ان ساری انواع کے بغیر پورا ہی نہیں ہوسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نہ تو اس وجہ سے شر کی نسبت کی جاسکتی ہے کہ وہ وجود عطا کرنے والا ہے کیونکہ وجود عطا کرنا نہ شر ہے اور نہ ہی اس وجہ سے خالقِ کائنات کی طرف شر کی نسبت ہوسکتی ہے کہ اس نے بزمِ کائنات کو مختلف اشیاء سے رونق عطا فرمائی اس لیے کہ مجموعہ عالم کو مختلف چیزوں سے مزین کرنا شر نہیں بلکہ اس کے کمال کا سبب ہے یعنی جن چیزوں کا کوئی وجود نہ تھا انہیں وجود عطا کیا۔ عالم کے تمام اجزاء کو عدم سے وجود میں لانا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے کمال اور بزرگی کی علامت ہے۔

## مسئلہ کسب واختیار:

کسب یعنی کسی کام کا عملاً انجام دینے کا مسئلہ اور اختیار مسئلہ کسب و اختیار کہلاتا ہے۔ قدریہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تمام افعال کا خالق مان لیا جائے تو اس سے انسان کا مجبور ہونا لازم آئے گا۔ اہلِ سنت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ الزام جبریہ پر ہوگا جو

انسان کے کسب اور اختیار کی بالکل نفی کرتے ہیں۔ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان کے فعل وعمل ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک لحاظ سے انسان کو اختیار بھی دیا ہے۔فعل کی تخلیق باری تعالیٰ کی جانب سے ہے اور کسب بندہ کی جانب سے ہے۔اگر انسان کو مختار نہ مانا جائے تو انسان کو احکام کا مکلّف کرنا (یعنی ذمہ دار ٹھہرانا) اور پھر اس پر جزا وسزا کا مرتب کرنا، یہ عبث اور بے معنی ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث (بے مقصد و بے کار) نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خیر کو پیدا فرما کر اس کی طرف راہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور شر کو پیدا کرنے کے بعد اس کی ترغیب کے لیے شیطان کو تخلیق کیا اور انسان کو عقل و شعور دے کر یہ اختیار دیا کہ جس راستے کو چاہے اس پر گامزن ہو۔پھر انسان جو کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ انسان کو اس فعل کی قوت عطا فرما دیتا ہے اور وہ کام اس شخص کے لیے آسان کر دیتا ہے اور انسان کے اسی اختیار پر جزا وسزا مرتب ہوتی ہے۔

## امام اہلِ سنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ:

مسئلہ کسب اور جبر کے متعلق رقم طراز ہیں۔

”بس یہی عقیدۂ اہلِ سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار، بلکہ ان دونوں کے بیچ ایک حالت ہے جس کی کنہ، رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔اللہ عزّوجلّ کی بے شمار رحمتیں امیر المومنین حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر نازل ہوں کہ ان دونوں اُلجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا۔ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادہ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے؟ فرمایا تو کیا کوئی زبردستی معصیت کرے گا افیعصٰی قھرا یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا۔معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں چوروں کا بہت بندوبست کریں پھر بھی ڈاکو چور اپنا کام کر

گزرتے ہیں حاشا! وہ ملک الملوک، بادشاہ حقیقی، قادر مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں اس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ جنبش کر سکے وہ صاحب کہتے ہیں کہ فکانما القمنی حجرا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔ عمرو بن عبید معتزلی کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا، خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا، جو میرے ساتھ کشتی میں تھا میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا، کہا خدا نہیں چاہتا: میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتا۔ اس نے کہا: تو میں شریک غالب کے ساتھ ہوں۔ اسی ناپاک شناعت کے رد کی طرف مولیٰ علی نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرے گا؟ باقی رہا مجوسی کا عذر وہ بعینہ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے بھوک سے دم نکلا جاتا ہے کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا کہ خدا کا ارادہ نہیں اس کا ارادہ ہوتا تو میں ضرور کھالیتا اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہونا تو نے کیسے جانا؟ اس لیے کہ تو کھاتا نہیں تو کھانے کا قصد تو کر، دیکھ تو ارادہ الٰہیہ سے کھانا ہو جائے گا، ایسی اندھی مت آتی ہے جس پر موت سوار ہے غرض مولیٰ علی نے فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادہ الٰہیہ نہیں ہوسکتا'' ﴿فتاوی رضویہ جلد 29 صفحہ 299﴾

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ ○ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيۡنِ ○ وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ ○ فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ ○ ﴿البلد: 8-11﴾

''کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ اور اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا''

وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ○

﴿العنکبوت: 69﴾

''اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے''

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○

﴿الزلزال:8-7﴾

''تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا''

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ○ ﴿بنی اسرائیل:19﴾

''اور جو آخرت چاہے اور اسی کی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو انہیں کی کوشش ٹھکانے لگی''

ان آیات بینات سے انسان کے کسب اور اختیار کی نشان دہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فعل کے کسب کا اختیار عطا فرمایا پھر انسان کو احکام کا مکلّف بنایا اور اس پر ہی جزا وسزا کا دارومدار ہے۔

## قدریہ کا انجام:

قدریہ نے بندہ کو اپنے اختیاری افعال کی حد تک مستقل بالاختیار مان کر کہ وہ اپنے افعال کا خالق خود ہے یہ سمجھ لیا کہ اب خدا تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔اس لیے کہ انسان ہر اچھے اور برے فعل کا خود خالق ہے، لہٰذا اس فعل کا ذات الٰہیہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں لیکن انہوں نے خلق اور تخلیق کے معنی میں غور وفکر ہی نہیں کیا کہ افعال عباد کا خالق بندوں کو قرار دینے سے لاکھوں کروڑوں خالقِ حقیقی تسلیم کرنے پڑیں گے۔

جب اتنے زیادہ خالق حقیقی ہوئے تو اس سے کئی گنا زیادہ مخلوقات کو تسلیم کرنا لازم۔قدریہ جو ظلم اور شرور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کرتے وہ لاشعوری طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ہی انکار کر بیٹھے، تقدیر کے انکار کی وجہ سے قدریہ ایسے گمراہ کن عقیدہ کے پیروکار بن گئے۔ظلم کی نسبت سے بچتے بچتے اس سے زیادہ بری چیزوں کی نسبت میں مبتلا ہو کر گمراہی کا شکار ہو گئے۔

## مسئلہ تقدیر کے متعلق جبریہ کے عقائد:

مسئلہ تقدیر کے متعلق راہ اعتدال سے ہٹ کر فکری الجھنوں کا شکار ہونے والے ایک گروہ کو جبریہ کہتے ہیں ۔یہ فرقہ قدریہ سے بالکل مختلف عقیدہ کا حامل ہے ۔جبریہ کے نزدیک بندہ اپنے افعال میں بالکل مجبور و مضطر ہے۔انسان کے کاموں میں انسان کے ارادہ و اختیار کا کوئی دخل نہیں مانتا جیسا اس کی قسمت میں لکھ دیا گیا، اب اپنے ارادہ و اختیار کے بغیر انسان وہ کام کرنے کے لیے مجبور محض ہے ۔جبریہ کے عقیدہ کے مطابق انسان کا اصلاً کوئی فعل نہیں بلکہ انسان کی حرکات پتھروں کی طرح ہیں۔ انسان کی کوئی قدرت اور اس کا کوئی اختیار نہیں۔

## جبریہ کے اس نظریہ کا حکم:

جبریہ کا یہ نظریہ قطعاً باطل و مردود ہے۔

## پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے مخلوق کو دو قسم پر پیدا فرمایا۔پہلی قسم وہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے علم و ارادہ کی صفت پیدا ہی نہیں کی جیسے درخت اور پتھر وغیرہ، تو اس قسم کو نہ کوئی خطاب کیا اور نہ ہی ان کے لیے کوئی عتاب ہے اور نہ کوئی پوچھ گچھ۔اور دوسری قسم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ

نے علم وارادہ کی صفت ودیعت فرمائی جیسے جنات اور انسان، اللہ تعالیٰ نے انہیں فہم بھی عطا فرمایااور اختیار بھی، اچھے اعمال پر ترغیب وتحریص کے لیے ان میں انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو الہامی کتب عطا کر کے انسان کو احکام کا مکلّف کیا پھر اس کے افعال پر جزا وسزا کو مرتب کیا۔ اگر جبریہ کے نظریہ کو درست تسلیم کرلیا جائے کہ انسان مجبور محض ہے تو انبیاء کرام اور کتب ورسائل کے اس سب اہتمام کو عبث تسلیم کرنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل عبث اور بیکار نہیں۔

## دوسری دلیل:

انسان کے اختیاری اور اضطراری افعال میں بداھتاً فرق موجود ہے، اور ہر ذی شعور اس فرق کو سمجھتا ہے، اگر کوئی اس فرق کو نہ مانے تو یہ حد درجے کی بے وقوفی اور حماقت کی علامت ہے مثلاً انسان کہتا ہے کہ میں نے نماز ادا کی، میں نے روزہ رکھا، میں نے سفر کیا، کھانا کھایا تو واضح معلوم ہو رہا ہے کہ یہ انسان کی حرکت ارادی ہے اور خود وہ شخص بھی ان افعال کو اپنی طرف منسوب کر رہا ہے تو یہ اس کے اختیاری افعال ہیں۔ اس کے برعکس دوسری قسم کے افعال اضطراری ہیں مثلاً وہ شخص بیمار ہوگیا، فلاں آدمی بوڑھا ہوگیا، لڑکا جوان ہوگیا۔ اس سے وضاحت ہورہی ہے کہ انسان کے یہ افعال اختیاری نہیں بلکہ اضطراری ہیں۔ کیونکہ ہم کاتب کے ہاتھ اور رعشہ کے مریض کے ہاتھ کی حرکت میں بداہتاً فرق کرتے ہیں، کہ کاتب یعنی لکھنے والے انسان کا ہاتھ قصد اور ارادے سے حرکت کرتا ہے جب کہ رعشہ کے مریض کے ہاتھ کی حرکت اضطراری ہے، اختیار کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اسی طرح جس فعل کو انسان اپنا فعل نہ سمجھے اس کا کوئی اثر حاصل نہیں ہوتا مثلاً ایک شخص اپنے ارادے اور اختیار سے نماز نہیں پڑھتا کوئی دوسرا شخص جبراً اس کی گردن کو پکڑ کر اس سے رکوع اور سجدہ کروا دیتا ہے تو اس جبری رکوع اور سجود سے اس کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا مگر اس کے برعکس جب

انسان اپنے ارادے سے نماز پڑھتا ہے تو اس کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور اپنے قلب پر محسوس کرتا ہے۔اس بات سے بھی حرکت ارادی اور حرکت اضطراری میں واضح فرق کا پتہ چلتا ہے۔

## جبریہ کا نظریہ اور کتاب مجید:

قرآن حکیم کی متعدد آیات کریمہ سے جبریہ کے نظریہ کی تردید ہوتی ہے۔

............فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ............ ○ ﴿الکہف:29﴾

''تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے''

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط............ ○ ﴿العنکبوت:69﴾

''اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے''

............اِنَّهُمْ رِجْسٌ ز وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○

﴿توبہ:95﴾

''وہ تو نرے پلید ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے بدلہ اس کا جو کماتے تھے''

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ ﴿البقرہ:281﴾

''اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا''

............لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط............ ○ ﴿البقرہ:286﴾

''اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی''

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا............ ○ ﴿حم السجدۃ:46﴾

''جو نیکی کرے اپنے بھلے کو اور جو برائی کرے تو اپنے برے کو''

## جبریہ کا ایک سوال اور اس کا جواب:

جبریہ کی طرف سے ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض دلوں پر مہر لگا دیتا ہے، اب اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان کا کیا قصور، کیونکہ وہ مہر لگ جانے کی وجہ سے اب ایمان لانے سے قاصر ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ انسان کے لیے جو کچھ مقدر ہو چکا وہ ایسا کرنے پر مجبور ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز ............ ○ ﴿البقرہ:07﴾

''اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے''

اس کا جواب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں جس شخص میں جس چیز کی جتنی استعداد اور طاقت تھی تقدیر میں اس کے مطابق لکھ دیا گیا، یعنی ان کفار نے اپنے قصد اور اختیار سے توہین رسول ﷺ جیسے جرم کا ارتکاب کیا جو نا قابلِ معافی تھا تو اللہ تعالیٰ نے بطور سزا ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ انہوں نے دنیا میں آکر جب ایسے قبیح افعال اپنے ارادہ و اختیار سے کرنے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیشگی علم کی وجہ سے ان کی تقدیر میں ایسے افعال لکھ دیئے۔
اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر کا سبب قرآن حکیم میں بیان فرماتا ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ ﴿النسا:155﴾

''ان کی بدعہدیوں کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور اس لیے کہ وہ آیات الٰہی کے منکر ہوئے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے اور ان کے کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر

مہر لگا دی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے“

یعنی انہوں نے کفر وفسق کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کے جوارح میں یہ قوت وطاقت پیدا فرمادی، لہٰذا انسان کے مجبور محض ہونے کی نفی ہوگئی۔

## اسبابِ دنیا:

فرقہ جبریہ اور دہریہ قسم کے لوگ یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ جب سب کچھ پہلے ہی مقدر ہو چکا، اور ہر انسان کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے، اور جب یہ معلوم کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہوتا ہے تو پھر تدبیر اور منصوبہ بندی سے کیا حاصل؟ وہ تدبیر کو معطل اور بے فائدہ جانتے ہیں اور ان کا کہنا ہے تدبیر توکل کے منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی حکمت کے مطابق دنیا میں مسببات کو اسباب سے جوڑ دیا، اور حکمت الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبب پیدا ہو، جس طرح تقدیر کو چھوڑ کر فقط تدبیر کا سہارا لینا خصلت کفار ہے اسی طرح تدبیر کو محض عبث اور فضول جاننا بھی کھلی گمراہی ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس جماعت سے زیادہ کس کا تقدیر الٰہی پر ایمان ہوگا مگر وہ ہمیشہ تدبیر فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ○ ﴿الانبیاء:80﴾

”اور ہم نے اسے تمہارا پہننا وابنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے“

............ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ○ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِى السَّرْدِ

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ ﴿سبا:11-10﴾

''اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ اور تم سب نیکی کرو، بے شک میں تمہارا کام دیکھ رہا ہوں''

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰی لَهَا سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ ﴿بنی اسرائیل:19﴾

''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے بھرپور کوشش کی اور مومن رہا تو ایسے لوگوں کی کوشش قابلِ قدر ہے''

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ؕ............ ۝

﴿الحج:40﴾

''اور اللہ اگر آدمیوں میں سے ایک کو دوسرے سے رفع نہ فرماتا تو ڈھا دی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے''

ان آیات بینات سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے خود اسباب پیدا فرمائے، اور اس کے نیک بندے ان اسباب سے نفع اُٹھاتے رہے اور تدبیر سے کام لیتے رہے، یہ بات تقدیر کے منافی نہیں یہ سب اسباب عادیہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسببات سے مربوط فرما دیا احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اعمال پر زور دیا گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت مسلمہ کو رزق حلال کی تلاش، مختلف امراض کے علاج اور بہتر کسب کی تلقین فرمائی۔

حضرت امام مسلم روایت بیان کرتے ہیں۔

عن علی قال کنا فی جنازة فی بقیع الغرقد فاتانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فقعد وقعد ناحوله ومعه مخصره فنكس فجعل ينكث بمخصرته
ثم قال مامنكم من احد مامن نفس منفوسة الاوقد كتب الله
مكانها من الجنة والناروالا قد كتبت شقية اوسعيدة قال فقال
رجل يا رسول الله افلا نمكث على كتابنا وندع العمل فقال من
كان من اهل السعادة فسيصيرالى عمل اهل السعادة ومن كان
من اهل الشقاوة فسيصير الى عمل اهل الشقاوة فقال اعملوا فكل
ميسر اما اهل السعادة فيسيرون لعمل اهل السعادة واما اهل
الشقاوة فيسيرون لعمل اهل الشقاوة ثم قرأ
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی O وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی O فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی O
وَاَمَّا مَنْ ۢبَخِلَ وَاسْتَغْنٰیO وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰیO فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰیO

﴿مسلم شریف جلد 02صفحہ333﴾

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازے کے ساتھ تھے ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور ہم آپ کے پاس بیٹھ گئے۔آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگے۔پھر فرمایا: تم میں سے ہر جاندار شخص کا ٹھکانہ جنت یا جہنم ،اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا اور اس کا شقی ہونا یا سعید ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہم اپنے متعلق لکھے پر اعتماد کیوں نہ کر لیں اور عمل کو ترک کر دیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف راجع ہوگا اور جو شخص اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل شقاوت کے عمل کی طرف راجع ہو

گا پھر آپ نے فرمایا عمل کرو، اہل سعادت کے لیے نیک عمل آسان کر دیئے جائیں گے اور اہلِ شقاوت کے لیے برے عمل آسان کر دیئے جائیں گے پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں (ترجمہ) تو وہ جس نے دیا اور پرہیز گاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کر دیں گے۔

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ تدبیر مطلقاً مہمل نہیں سب کچھ اس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے، پھر بھی اعمال فرض کیئے گئے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے اس کے لیے وہی راہ آسان کر دی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے آخر میں جن آیات کی تلاوت فرمائی ان سے بھی اس کی وضاحت ہو رہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب شام جانے کا قصد کیا تو آپ جب وادی تبوک میں قریہ سرغ تک پہنچے تو لشکر کے سرداروں نے آپ کو خبر دی کہ شام میں وبا ہے امیر المومنین نے مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر مشورہ کیا اکثر کی رائے واپس لوٹ جانا قرار پائی۔ امیر المومنین نے واپسی کی منادی فرمائی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا ا فرارا من قدر اللّٰہ کیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگنا ہے تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لو غیرك قالها یا ابا عبیدة نعم نفر من قدراللّٰہ الی قدراللّٰہ ارایت لوكان لك ابل ھبطت وادیا له عدوتان احدھما خصبة والا خری جدبة الیس ان رعیت الخصبة رعیتها بقدر اللّٰہ وان رعیت الجدبة رعیتها بقدر اللّٰہ ﴿مسلم شریف جلد 02 صفحہ 229﴾

کاش اے ابو عبیدہ یہ بات تمہارے سوا کسی اور نے کہی ہوتی (یعنی یہ بات

تمہارے علم و فضل سے بعید تھی ) ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف ہی بھاگتے ہیں۔ بھلا بتاؤ تو اگر تمہارے کچھ اونٹ ہوں انہیں لے کر کسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز، دوسرا خشک تو کیا یہ بات نہیں ہے کہ اگر تم شاداب میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے اور خشک میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے۔

یعنی جب سب کچھ تقدیر سے ہے تو پھر آدمی خشک جنگل کو چھوڑ کر سرسبز و شاداب وادی میں کیوں اپنے جانور چراتا ہے اس سے تقدیر سے بچنا لازم نہیں آتا، یونہی ہمارا اس وبا والی زمین میں نہ جانا بھی تقدیر سے فرار نہیں۔ پس یہ بات ثابت ہوئی کہ تدبیر توکل کے ہرگز منافی نہیں، ہاں اگر کوئی شخص تقدیر کو چھوڑ کر ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہو جائے تو یہ مردود اور ممنوع ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

**قالوا یا رسول اللّٰہ افنتداوی قال نعم یا عباداللّٰہ تداووافان اللّٰہ لم یضع داء الا وضع لہ شفاء غیر داء واحد الھرم**

**﴿مشکوٰۃ جلد 02صفحہ 388﴾**

’’صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم دوا کریں؟ فرمایا: اے اللہ کے بندو! دوا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہ رکھی جس کی شفاء نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھاپا‘‘

**عن حکیم بن حزام قال قلت یا رسول اللّٰہ ارایت ادویۃ نتداوی بھاورقی نسترقی بھا أترد من قدراللّٰہ؟ قال انھا من قدراللّٰہ**

**﴿مستدرک جلد 05صفحہ 124﴾**

''حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مشاہدہ فرماتے ہیں وہ دوائیں جن سے ہم علاج کرتے ہیں اور وہ دم جس سے ہم نظر بد کا علاج کرتے ہیں کیا اس سے اللہ کی تقدیر ٹل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے''

اسی طرح دعا کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں، اور طلب رزق حلال کے متعلق جو احکام ہیں، اور خالق کائنات نے جو مختلف احکام قرآن حکیم میں ارشاد فرمائے، بلکہ بنظر غائر دیکھیں تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ تمام اعمال دینیہ خود ایک تدبیر، رضائے الٰہی ملنے اور عذاب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔

## مجدد دین وملت مولانا امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ:

تقدیر وتدبیر کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

''جو شخص منکر تدبیر ہے خود کیا تدبیر سے خالی ہوگا؟ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو آخر اپنے لیے کھانا پکاتا یا پکواتا ہوگا۔ آٹا پیسنا، گوندھنا پکانا یہ تدبیر نہیں؟ یہ بھی جانے دیں اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ وایماء کے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو، تاہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا، نگلنا یہ بھی تدبیر، تدبیر کو معطل کرے تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الٰہی میں زندگی لکھی ہے بے کھائے جئے گا، یا قدرت الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا، یا خود بخود کھانا معدے میں چلا جائے گا، ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا، کہ مذہب اہلِ سنت میں نہ پانی پیاس بجھاتا ہے نہ کھانا بھوک مٹاتا ہے بلکہ یہ سب اسباب عادیہ ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مربوط فرمایا اور اپنی عادت جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری فرماتا ہے، وہ نہ چاہے تو گھڑے چڑھائے دھڑیوں کھا

جائے کچھ مفید نہ ہوگا، آخر مرض استسقاء و جوع البقر میں کیا ہوتا ہے؟ وہی کھانا، پانی جو پہلے سیر و سیراب کرتا تھا اب کیوں محض بیکار جاتا ہے، اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پیئے بھوک پیاس پاس نہ آئے جیسے زمانہ دجال میں اہل ایمان کی پرورش فرمائے گا اور ملائکہ کا بے آب و غذا زندگی کرنا کسے نہیں معلوم، مگر یہ انسان میں خرق عادت ہے، جس پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل و حماقت یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کر کے خورد و نوش کے ترک کا عہد کرے اور بھوک پیاس سے مر جائے بے شک حرام موت مرے، اور اللہ تعالیٰ کا گنہگار ٹھہرے۔ مرگ بھی تو تقدیر ہے پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کیوں فرمایا۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ

''اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو''

ہم نے مانا کہ وہ شخص اپنے دعوی پر ایسا مضبوط ہو کر یک لخت ترک اسباب کر کے پیمان واثق کرے کہ اصلا دست و پا نہ ہلائے گا نہ اشارتاً نہ کنایتاً کسی تدبیر کے پاس جائے گا خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر، ورنہ مرنا قبول تاہم اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے سوال کرے گا یہ کیا تدبیر نہیں کہ دعا خود موثر حقیقی کب ہے؟ صرف حصول مراد کا ایک سبب ہے اور تدبیر کس کا نام ہے؟''

﴿فتاوی رضویہ جلد 29 صفحہ 306﴾

اس عبارت سے تدبیر کے متعلق وضاحت ہو گئی کہ تدبیر بھی اس دنیا میں لازمی ہے ورنہ نظام زندگی درہم برہم ہو جائے گا، اور جبریہ کے نظریہ کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے کہ تدبیر محض بے کار ہے تو صدہا آیات و احادیث سے اعراض و انکار لازم آئے گا اور دین کی عمارت منہدم ہو جائے گی، اگر تدبیر و اسباب مہمل ہوتے تو ان کا حکم ہی کیوں دیا جاتا ہے بلکہ تدبیر تو تقدیر ہی سے ہے اس کو بجا لانے والا کب تقدیر سے روگرداں ہوتا ہے۔

## عوامی مسائل، الجھنیں، رویے اور ان کا شرعی حکم:

انسان کے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے شر کو پیدا ہی کیوں کیا؟ اگر شر کو تخلیق ہی نہ کیا جاتا تو اس میں کیا قباحت و نقصان تھا تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ سوال آخر شر ہی کے بارے میں کیوں؟ پہلے یہ بتایا جائے کہ خیر کیوں پیدا ہوئی، آخر اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کیوں اور کہاں کا جواب کسی کے پاس نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک ہے اور وہ اپنی ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے مالک سے اس کی ملک کے بارے میں سوال نہیں کیا جا سکتا۔

## حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس جگہ ایک بہت مشکل شبہ ہے اور وہ یہ کہ جب وہ رحمٰن اور رحیم ہے تو اس نے برائیاں، قباحتیں کیوں پیدا فرمائیں، مذموم افعال، ردی اخلاق، پریشانیوں، غم اور افکار کو ہم تک کیوں راہ دی؟ یہ رحمت کا کون سا تقاضا ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم ان چیزوں کو خلاف رحمت جانیں تو یہ ہماری کوتاہ نظری ہے، اگر شفیق باپ بیٹے کو سزا نہ دے تو حقیقتاً اس نے رحمت کا تقاضا پورا نہ کیا حالانکہ یہ سزا عذاب کی صورت ہے، بچے سے پوچھنا چاہیے کہ جب بھی وہ صبح اُٹھتا ہے اور اس کو گھر سے کھینچ کر اور مانوس ماحول سے باہر لا کر مکتب میں لے جاتے ہیں، جہاں ترش رو معلم ہاتھ میں ڈنڈا لیے اور پیشانی پر بل ڈالے بیٹھا ہے اور اسے اتنی مہلت نہیں دیتا کہ ایک لمحہ کے لیے کھیل کود کرے یا آرام کرے، اور جب جمعہ کے دن خلاصی پاتا ہے تو اسے حجام کے سپرد کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کے ناخن اور بال کاٹے، پھر جب وہ بچہ گھر آتا ہے تو اسے پانی سے نہلاتے ہیں اس کے جسم سے میل کو

دور کرتے ہیں، اگر اسے کبھی ہیضہ اور بدہضمی ہو جائے تو اُس کا کھانا پینا بند کر دیا جاتا ہے وہ تمام اہلِ خانہ کو دیکھتا ہے کہ وہ اچھے کھانے کھاتے ہیں اور لذیذ شربت پیتے ہیں اور یہ ایک لقمہ اور ایک گھونٹ کو ترستا ہے۔ وہ جتنا چیختا ہے اس کی کوئی نہیں سنتا۔ یہ صورت کمال عذاب کی صورت ہے اور حقیقت میں عین رحمت ہے جسے والدین عقل نہ سکھائیں اسے زمانہ سزا دیتا ہے اگرچہ ناقص العقل ہرگز نہیں سمجھتا کہ یہ سب کچھ اس کے حق میں رحمت ہے۔ پس دنیا میں جو بھی مشقت و تکلیف ہے حقیقت میں وہ رحمت و نعمت ہے۔

.......... وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

﴿البقرہ :216﴾

''ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو برا سمجھو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''

﴿تفسیر عزیزی جلد 01صفحہ 82﴾

حضرت امام جعفر صادق پاک رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔

قال قيل لعلى بن ابى طالب ان ههنا رجلا يتكلم فى المشيئة فقال يا عبدالله خلقك الله لما شاء اولما شئت ؟فقال بماشاء قال فيمر ضك اذاشاء اواذا شئت؟ قال بل اذاشاء قال فيميتك اذاشاء اواذاشئت ؟ قال اذا شاء قال فيدخلك حيث شاء اوحيث شئت؟ قال حيث شاء قال واللّٰه لوقلت غير هذا لضربت الذى فيه عيناك بالسيف ثم تلا علىّ وماتشاء ون الاان يشاء اللّٰه هواهل التقوٰى واهل المغفرة

﴿فتاوی رضویہ جلد 29صفحہ 300﴾

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے مولیٰ علی نے فرمایا: اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اس لیے پیدا کیا جس لیے اس نے چاہا یا اس لیے جس لیے تو نے چاہا؟ کہا جس لیے اس نے چاہا فرمایا جب وہ چاہے وہ بیمار کرتا ہے یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے گا یا جہاں تو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے۔ فرمایا: خدا کی قسم! تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں (یعنی تیرا سر) تلوار سے مار دیتا: پھر حضرت علی نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ''اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقوی کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے''''۔

ماحصل یہ کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا۔ وہ حکیم ہے اور اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ مجموعہ عالم کے اعتبار سے کوئی شے شر نہیں کہ مجموعہ کمال ان ساری انواع کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا، ساری کائنات کی اصل غرض اور تخلیقِ اکوان کے اصل مقصد کی تکمیل اسی وقت ہوسکتی ہے جب مخلوقات میں ہر قسم کی صفت کا مظاہرہ ہو لہٰذا تمام اشیاء کو تخلیق کرنا خالق کے کمال اور مجموعہ عالم کے حسن وخوبی کی دلیل ہے۔

## جبریہ وقدریہ دونوں غلط ہیں:

جبریہ نے انسان سے اختیار وقدرت اور ارادہ وکسب کی نفی کر کے اسے اینٹ اور پتھر کی طرح غیر ذی ارادہ مخلوق کی مانند تسلیم کرلیا، یعنی صفات عبد سے کلیۃً انکار کر کے اسے مجبور محض بنا دیا، تو بندے سے سرزد شدہ افعال خود انسان کے افعال نہیں کہلائے جا سکتے

انہوں نے انسان کی ہی نفی کردی کہ بندہ اگر موجود ہے تو در حقیقت وہ موجود نہیں، اور قدریہ نے انسان کے اختیار و قدرت اور ارادہ وکسب کو اس درجہ میں مستقل اور آزاد مان لیا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق و قدرت کا کوئی دخل نہیں، یعنی انسان سے جو فعل بھی سرزد ہو اس کا خالق بھی وہ خود ہے۔ دونوں گروہوں نے راہ اعتدال کو چھوڑا تو فکری مشکلات کا شکار ہو کر گمراہی کی دلدل میں پھنستے چلے گئے۔ حضور سید عالم ﷺ نے اُمت مسلمہ کو جبریہ اور قدریہ دونوں کے عقائد سے بچنے کی تلقین فرمائی اور ان کے ساتھ میل جول سے بھی منع فرما دیا۔

حضرت امام ابوداؤد اس حوالے سے روایت بیان کرتے ہیں:

عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال القدریۃ مجوس ھذا الامۃ ان مرضوفلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم ﴿ابوداؤد جلد 2صفحہ296﴾

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ قدریہ اس اُمت کے مجوس ہیں وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور وہ مرجائیں تو ان کے جنازے میں نہ جاؤ''۔

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لکل امۃ مجوس ومجوس ھذہ الامۃ الذین یقولون لاقدر من مات منھم فلا تشھدوا جنازتہ ومن مرض منھم فلا تعودوھم ﴿ابوداؤد جلد 02صفحہ 296﴾

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر اُمت کے مجوس ہیں اور اس اُمت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ اور وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو''۔

حضور سید عالم ﷺ نے قدریہ کو اس اُمت کے مجوس فرمایا مجوسی دو خالق مانتے ہیں یزدان کو خالق خیر اور اھرمن کو خالق شر کہتے ہیں اور یہ قدریہ تو اپنے گمراہ کن عقیدہ کی بنیاد

پر بے شمار خالق مان رہے ہیں کہ ہر جن وانس کو اپنے افعال کا خالق کہہ رہے ہیں۔

عن عمر بن الخطاب عن النبی ﷺ قال لا تجالسوا اهل القدر ولا تفاتحوهم ﴿ابو داؤد جلد 02صفحہ 300﴾

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ تقدیر کے منکرین کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے مباحثہ کرو''

عن نافع ان رجلا اتی ابن عمر فقال ان فلانا یقرأ علیك السلام فقال له بلغنی انه قد احدث فان کان فلا تقرئه منی السلام فانی سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول یکون فی هذه الامة اوفی امة خسف و مسخ اوقذف فی اهل القدر ﴿ترمذی جلد 02صفحہ 38﴾

''حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا، فلاں آپ کو سلام کہتا ہے۔فرمایا: میں نے سنا ہے وہ بدعتی ہوگیا ہے اگر ایسا ہے تو اسے میرا سلام نہ کہنا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میری اُمت میں یا اسی اُمت میں دھنسنا، صورت بدلنا، پتھر برسنا قدریوں میں ہوگا''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا میں نے سنا ہے کہ اس نے دین میں نئی بات پیدا کی یعنی تقدیر کا منکر ہوگیا ہے تو اس سے نفرت کا اظہار فرماتے ہوئے کہا، اسے میری طرف سے جواب سلام نہ پہنچانا اور پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایسے بدعقیدہ لوگوں کے لیے وعیدِ شدید بیان فرمائی۔

عن ابن عمر قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول یکون فی امتی خسف و مسخ وذلك فی المکذبین بالقدر ﴿مشکوٰۃ جلد 01صفحہ 22﴾

''حضرت ابن عمر سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری اُمت میں دھنسنا اور صورتیں بگڑنا تقدیر کے منکروں پر ہوگا''

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ صنفان من امتی لیس لھما فی الاسلام نصیب المرجئة والقدریة ﴿ترمذی جلد 02 صفحہ 37﴾

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کے دو فرقے ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ایک فرقہ مرجیہ اور دوسرا قدریہ''

ان احادیث سے جبریہ اور قدریہ کے باطل نظریات کا رد ہو رہا ہے، اور ان سے میل جول کی ممانعت بھی ہے، تو جہاں ان فرقوں سے میل جول رکھنا ممنوع ہے وہاں یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ جو شخص عقائد میں ردوبدل کر کے کوئی نیا عقیدہ اختیار کرے اور اُمت مسلمہ سے الگ اپنی ایک نئی راہ نکالے اس سے بھی اجتناب ضروری ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسے شخص کی صحبت سے متاثر ہو کر اس کے ساتھ بیٹھنے والا بھی انہی باطل نظریات کا حامی ہو جائے ۔ان احادیث سے کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ محبت، دوستی اور میل جول کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔

## فال یا بدفال:

زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب کا دستور تھا کہ جب وہ کسی کام کو جاتے تو وہ کسی بیٹھے ہوئے پرندے کو اُڑاتے ،اگر وہ داہنی طرف کو اُڑ جاتا تو اسے نیک شگون قرار دیتے اور اگر بائیں جانب اُڑ جاتا تو اسے برا شگون قرار دے کر وہ کام چھوڑ کر گھر آ جاتے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی ہندو اسی طرح کی بدشگونی لیتے ہیں اور رسم کے طور پر کچھ ناخواندہ مسلمان

بھی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اگر کسی کام کے سلسلے میں جاتے ہوئے راستے میں کالی بلی آجائے یا کتا آجائے یا اُلو پر نظر پڑ جائے، تو وہ اس سے بدفالی مراد لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اب کام نہیں ہوگا، چونکہ مشرکین بدشگونی اور بدفالی پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے سختی سے بدفالی سے منع فرمایا۔

**عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ لاعدوی ولا طیرة ولا غول**

**﴿مسلم شریف کتاب السلام جلد 02 صفحہ 231﴾**

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں نہ بدشگونی ہے اور نہ غول کی کوئی حقیقت ہے''

**عن عبداللہ بن مسعود عن رسول اللہ ﷺ قال الطیرة شرك قاله ثلثا مامنا احد الا ولکن اللہ یذھبه بالتوکل**

**﴿سنن ابو داؤد جلد 02 صفحہ 190﴾**

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا بدشگونی شرک ہے۔ یہ تین بار فرمایا اور نہیں ہے ہم سے کوئی مگر اللہ اس کو توکل سے لے جاتا ہے''

**عن عروة بن عامر قال احمد القرشی قال ذکرت الطیرة عند النبی ﷺ فقال احسنھا الفال ولا یرد مسلما فاذا را ی احد کم مایکرہ فلیقل اللھم لایاتی بالحسنات الاانت ولا یدفع السیئات الا انت ولا حول ولا قوة الابك** **﴿سنن ابو داؤد جلد 02 صفحہ 191﴾**

''حضرت عروہ بن عامر قریشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے بدشگونی کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: سب سے اچھی چیز نیک فال

ہے اور فال مسلمان کو کسی مہم سے نہیں روکتی، پس جب تم میں سے کوئی شخص کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھے تو کہے، اے اللہ، تیرے سوا کوئی اچھائی نہیں لاسکتا اور تیرے سوا کوئی برائی کو دور نہیں کرسکتا اور گناہوں سے باز رہنا اور نیکی کرنا تیری مدد کے بغیر ممکن نہیں''۔

## بدشگونی کی ممانعت کا سبب:

کفار زمانہ جاہلیت میں طیرہ پر بہت اعتماد کرتے، صفر کے مہینے اور اُلو کو منحوس تصور کرتے اور ان کا اعتقاد یہ تھا کہ شگون اور فال کی وجہ سے کوئی نفع حاصل ہوتا ہے، یا بدفالی کی وجہ سے نقصان ہونا لازم ہے، گویا انہوں نے بدفالی کو موثر حقیقی ماننا شروع کردیا تو رسول اللہ ﷺ نے سختی سے اس کی تردید فرمادی اور مسلمانوں کو بدشگونی سے منع فرمادیا اب بعض لوگ بعض چیزوں اور بعض دنوں کو منحوس تصور کر کے اپنے کام دوسرے ایام پر موخر کردیتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں اس سے بچنا چاہیے۔

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس ممانعت کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قال الطیرة شرك ای لاعتقادهم ان الطیرة تجلب لهم نفعا اوتدفع عنهم ضرا فاذا عملوا بموجبها فکانهم اشرکوا باللّٰہ فی ذلك ویسمی شرکا خفیا یعنی من اعتقد ان شیأ سوی اللّٰہ ینفع اویضر بالاستقلال فقد اشرك ای شرکا جلیا وقال القاضی انما سماهاشرکا لانهم کانوا یرون مایتشاء مون به سببا موثرا فی حصول المکروه وملا حظة الاسباب فی الجملة شرك خفی

﴿مرقاۃ جلد 08 صفحہ 398﴾

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بدشگونی لینا شرک ہے، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں

لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے نفع حاصل ہوتا ہے اور نقصان دور ہوتا ہے اور جب انہوں نے عمل کیا تو گویا انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور یہ شرک خفی ہے۔ اگر کسی شخص نے یہ اعتقاد کیا کہ حصول نفع یا دفع ضرر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز مستقل موثر ہے تو یہ شرک جلی ہے۔ اور قاضی کہتے ہیں آپ نے اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جس چیز سے انہوں نے بدشگونی لی وہ مصیبت کے نازل ہونے میں موثر سبب ہے اور بالعموم ان اسباب کا لحاظ کرنا شرک خفی ہے۔

## نیک فال لینا:

رسول اللہ ﷺ اچھے کلمات کو سن کر خوش ہوتے اور اس سے نیک فال (اچھا شگون) بھی مراد لے لیتے تھے۔

عن ابی هریرة قال سمعت النبی ﷺ يقول لا طيرة وخير ها الفال قيل يا رسول الله وما الفال قال الكلمة الصالحة يسمعها احد كم

﴿مسلم شریف کتاب السلام جلد 02 صفحہ 231﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں اور بہتر چیز فال ہے۔ عرض کیا گیا، فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھی بات جو تم سے کوئی شخص سنے۔

عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ كلمة فاعجبته فقال اخذ نا فالك من فيك

﴿سنن ابو داؤد جلد 02 صفحہ 190﴾

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کلمہ سنا جو

آپ کو اچھا لگا۔ آپ نے فرمایا: ہم نے تمہارے منہ سے فال لے لی ہے''

عن انس ان نبی اللهﷺ قال لا عدوی ولاطیرۃ ویعجبنی الفال الکلمة الحسنة الکلمة الطیبة ﴿مسلم شریف جلد 02 صفحہ 231﴾

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی ہے اور مجھے نیک فال اچھی لگتی ہے اچھی بات، نیک بات''۔

## امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ:

نیک فال اور بدشگونی میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''انسانی روحیں، جانوروں اور پرندوں کی روحوں سے زیادہ صاف ستھری اور زیادہ مضبوط ہیں تو جو کلمہ انسان کی زبان سے نکلے اس سے دلیل پکڑنا ممکن ہے بخلاف پرندوں کے اور وہ ارواح ضعیفہ ہیں اس لیے ان کے احوال سے استدلال ممکن نہیں۔ ﴿تفسیر کبیر جلد 05صفحہ 344﴾

نیک فال سے تسکینِ قلب حاصل ہوتی ہے اور انسان کی اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے اُمیدیں وابستہ ہو جاتی ہیں اور بدفالی سے انسان مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے بھی انسان نا اُمید ہو جاتا ہے اور یہ ممنوع ہے۔ خلاصہ یہ کہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی پیدا کردہ ہیں ان میں سے کوئی بھی منحوس نہیں، مصائب و آلام کے نزول میں کسی چیز کا دخل نہیں ، ایام یا کسی اور چیز کا کسی شر اور آفت کے نازل ہونے میں کوئی دخل نہیں۔ حوادثات اور تکالیف کا تعلق تکوین اور تقدیر سے ہے۔ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہے اسی لیے کسی چیز کو منحوس کہنا یا اس کی وجہ سے کسی کام کو ترک کرنا درست نہیں۔

## کہانت اور علمِ نجوم :

کاہن غیبی خبر دینے والے کو کہتے ہیں۔زمانہ جاہلیت میں بعض کاہنوں کا دعوی تھا کہ ہمارے پاس جنات آکر ہمیں غیبی چیزیں بتاتے ہیں اور اس طرح ہمیں آنے والے حالات کا علم ہو جاتا ہے۔بعض کاہن خفیہ علامات اور اسباب سے غیبی چیزوں کا پتہ بتاتے ہیں انہیں عراف کہتے ہیں ۔نجومی ،عراف وغیرہ سب کو کاہن کہا جاتا ہے۔آج کل بھی ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے یہ کاروبار اپنے عروج پر ہے۔فٹ پاتھ پر یا کرائے پر دکان لے کر لوگ اس پر دیدہ زیب بورڈ آویزاں کر دیتے ہیں ،اور دعویٰ یہ کہ ہم لوگوں کی قسمت کے احوال بتاتے ہیں اور اپنے زعم میں مستقبل میں رونما ہونے والے حالات وواقعات سے آگاہ کرتے ہیں۔کم فہم لوگ ایسے عاملین اور کاہنوں کے پاس جا کر اپنا وقت اور روپیہ برباد کرتے ہیں محض اتفاقاً اگر کسی کا کام ہو جائے تو یہ عاملین ڈھول پیٹنا شروع کر دیتے ہیں ،اور اس طرح اپنی دکانداری میں مزید چمک پیدا کرتے ہیں،اور اب میڈیا کی ترقی کی وجہ سے یہ لوگ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر حوصلہ افزا اشتہار دیتے ہیں،ستاروں کی چال سے سفر،کاروبار،شادی وغیرہ کے بارے میں اندازے بیان کرتے اور خوش نما دعوے کر کے بھی لوگوں کو اپنے دامِ تزویر میں جکڑ لیتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے سختی سے اس عمل کی ممانعت فرمائی ہے۔

عن عبد اللہ بن عباس قال اخبرنی رجل من اصحاب النبی ﷺ من الانصار انھم بینما ھم جلوس لیلۃ مع رسول اللہ ﷺ رمی بنجم فاستنار فقال لھم رسول اللہ ﷺ ماذاکنتم تقولون فی الجاھلیۃ اذارمی بمثل ھذا قالوا اللہ ورسولہ اعلم کنا نقول ولد

اللیلة رجل عظیم ومات رجل عظیم فقال رسول اللہ ﷺ فانھالا یرمی بھا لموت احد ولالحیاته ولکن ربنا تبارك و تعالیٰ اسمه اذا قضی امرا سبح حملة العرش ثم سبح اھل السماء الذین یلو نھم حتی یبلغ التسبیح اھل ھذہ السماء الدنیا ثم قال الذین یلون حملة العرش لحملة العرش ما ذا قال ربکم فیخبر ونھم ماذاقال قال فیستخبر بعض اھل السمٰوٰت بعضا حتی یبلغ الخبر ھذہ السماء الدنیا فتخطف الجن السمع فیقذفون الی اولیا ئھم ویرمون به فما جاؤ ابه علی وجھه فھوحق ولکنھم یقرفون فیه یزیدون ﴿مسلم شریف جلد 02صفحہ 233﴾

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک انصاری نے بیان کیا کہ ایک رات کو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اوراس کی روشنی پھیلی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں تم اس طرح کے واقعہ پر کیا کہتے تھے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اللہ اوراس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ہم یہ کہتے تھے کہ آج کسی بڑے آدمی کی ولادت ہوئی یا کوئی بڑآدمی فوت ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ستارہ اس وجہ سے نہیں ٹوٹتا کہ کوئی مرتا ہے یا پیدا ہوتا ہے، لیکن ہمارا رب تبارک وتعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش فرشتے تسبیح کہتے ہیں پھر جواُن کے قریب آسمان کے فرشتے ہیں سبحان اللہ کہتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی تسبیح آسمانِ دنیا کے فرشتوں تک پہنچتی ہے ، پھر حاملین عرش کے قریب والے ان سے کہتے ہیں،

تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ پھر وہ خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے۔ پھر آسمان کے بعض فرشتے بھی دوسروں کو بتاتے ہیں، حتٰی کہ آسمان دنیا تک خبر پہنچتی ہے۔ پھر جن اس سنی ہوئی بات کو لے اُڑتے ہیں اور اسے کاہنوں تک پہنچاتے ہیں۔ پس اگر وہ اسی طرح خبر دیں تو وہ سچ ہوتی ہے لیکن وہ اس میں اپنی مرضی سے کچھ اور ملا دیتے ہیں''۔

**عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد مازاد ﴿سنن ابن ماجه صفحه 264﴾**

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جس نے علم نجوم کا حصہ حاصل کیا اس نے جادو کا حصہ حاصل کیا۔ جس نے اسے بڑھایا اتنا ہی اسے بڑھایا''

علم نجوم سے مراد کہانت یعنی ستاروں کا علم ہے۔ اس علم کو جادو سے تشبیہ دینا اس کی انتہائی ذلت کے اظہار کے لیے ہے۔ یعنی ستاروں سے آئندہ کے حالات معلوم کرنا، اس سے منع فرمایا تاکہ لوگ گمراہی اور تکبر کی طرف نہ جائیں، ورنہ ستاروں سے سمت قبلہ معلوم کرنا، اوقات، راستے وغیرہ کی سمت معلوم کرنا ممنوع نہیں۔

**عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من اقتبس بابا من علم النجوم لغير ماذكر الله فقد اقتبس شعبة من السحر المنجم كاهن والكاهن ساحر والساحر كافر ﴿مشکوٰۃ جلد 02 صفحه 394﴾**

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص علم نجوم کا کوئی باب اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ مقصد کے علاوہ کسی مقصد کے لیے حاصل کرے تو اس نے جادو کا حصہ سیکھا۔ نجومی کاہن، کاہن جادوگر اور

جادوگر کافر ہے“

یعنی ستاروں سے علوم غیبیہ حاصل کرنے کی کوشش کرے تو یہ جادوگر کی مثل ہے کیونکہ جادوگر اپنے عمل سے اور کاہن اپنی باتوں سے لوگوں کے دلوں پر اثر کرتا ہے اور یہ دونوں عمل کفر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ناشکری۔

## علم جفر اور علم رمل

عن معاویة بن الحکم قال بینا انا اصلی مع رسول اللهﷺ اذا عطس رجل من القوم فقلت یرحمك الله فرمانی القوم بابصارهم فقلت و اثکل امیاه ما شانکم الیّ فجعلو یضربون بایدیهم علی افخاذهم فلما رایتهم یصمتونی لکنی سکت فلما صلی رسول اللهﷺ فبابی هو وامی مارایت معلما قبله ولا بعده احسن تعلیما منه فو الله ما کهرنی ولاضربنی ولا شتمنی قال ان هذه الصلوة لا یصلح فیها شیء من کلام الناس انما هی التسبیح والتکبیر وقراء ة القرآن او کما قال رسول اللهﷺ قلت یا رسول الله انی حدیث عهد بجاهلیة وقد جاء نا الله بالاسلام و ان منا رجالا یاتون الکهان قال فلا تاتهم قلت و منا رجال یتطیرون قال ذاك شیء یجدونه فی صدورهم فلا یصدنهم قال قلت ومنا رجال یخطون قال کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطه فذاك

﴿مشکوٰۃ جلد 1 صفحہ 90﴾

حضرت معاویہ بن حکم سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ

رہا تھا کہ قوم میں سے ایک شخص چھینکا۔ میں نے کہا: ''اللہ تم پر رحم کرے'' لوگوں نے مجھے تیز نگاہوں سے دیکھا تو میں نے کہا: ہائے میری ماں کا رونا تمہیں کیا ہوا کہ مجھے دیکھتے ہو، تو وہ رانوں پر ہاتھ مارنے لگے۔ جب میں نے دیکھا کہ مجھے خاموش کر رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے ایسا اچھا معلم نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ خدا کی قسم! نہ مجھے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ برا کہا۔ فرمایا نماز میں انسانی کلام مناسب نہیں یہ صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوت قرآن ہے یا جیسا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میرا زمانہ جاہلیت سے قریب ہے اللہ نے ہمیں اسلام دیا۔ ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں؟ فرمایا: تم وہاں نہ جاؤ میں نے کہا: ہم میں سے بعض پرندے اڑاتے ہیں؟ فرمایا! یہ ایسی بات ہے جسے وہ اپنے دلوں میں پاتے ہیں انہیں یہ کاموں سے نہ روکے۔ میں نے عرض کی: ہم میں سے بعض لکیریں کھینچتے ہیں فرمایا ایک نبی خط کھینچتے تھے جس کا خط انکے موافق ہو گا تو درست ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

لکیریں کھینچنے سے مراد رمل ہے جس میں خطوط کے ذریعے غیبی بات معلوم کی جاتی ہے جیسے علم جفر میں عددوں سے، علم رمل حضرت دانیال علیہ السلام کا معجزہ تھا اور علم جفر حضرت ادریس علیہ السلام کا جس کو ان بزرگوں کے خطوط یا اعداد سے مناسبت ہو گی، اس کا درست ہو گا ورنہ غلط۔ بعض علماء نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ علم رمل اور علم جفر ہے لیکن بغیر کمال اس پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ ﴿مراۃ المناجیح جلد 2 صفحہ 120﴾

## خلاصۂ کلام:

اس کائنات کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ ﷻ کی تقدیر سے ہے، ہونا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہے، یہ لوگ خواہ مخواہ قیافے اور قیاس کے ذریعے غیب دانی کا دعویٰ کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

مخلوق کی موت، زندگی، رزق میں فراخی یا تنگی، بارش، خشکی ان میں تارے موثر حقیقی نہیں، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ﷻ کی قدرت سے ہے، کفار تاروں کو موثر حقیقی جانتے تھے اور یہ کفر ہے البتہ تارے بعض حالات کی علامت ہوتے ہیں اور علامات سے حالات وابستہ نہیں ہوتے، بادل بارش کی علامت ہے اس کی وجہ نہیں، جیسے تھرمامیٹر کسی کے درجۂ حرارت اور بخار کا پتا دیتا ہے، بخار کا سبب نہیں ہوتا اور اسی طرح دھواں آگ کی علامت ہے مگر آگ دھوئیں کی وجہ سے نہیں۔ لہٰذا علم نجوم یا دوسرے علوم حاصل کر کے اسے موثر ماننا باطل اور غلط ہے اور محض علامت ماننا درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## ماہِ صفر میں نحوست کا تصور؟

قبل از اسلام ایام جاہلیت میں اہلِ عرب ماہِ صفر کو منحوس خیال کرتے اور اسے بدفالی کا سبب تصور کرتے، سفر وغیرہ سے اجتناب کرتے آج بھی تعلیمات اسلام سے دوری کے سبب اور ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے لوگوں کے اذہان میں اس مہینے کے حوالے سے عجیب خیالات پیدا ہو گئے، بعض جہلاء کے نزدیک یہ بلاؤں اور آفتوں کا مہینہ ہے بالخصوص پہلے تیرہ دن اس وجہ سے اس مہینے کا نام ''تیرہ تیزی'' رکھ دیا گیا۔ بعض لوگ اس مہینے کی تیرہ تاریخ کو چنے ابال کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ مصائب و آلام ٹل جائیں اور بلائیں دور ہو جائیں، بہت

سے لوگ اس ماہ کے آخری بدھ کو بڑا متبرک گردانتے ہیں کہ اس مہینے کی مصیبتیں ختم ہوگئی ہیں اور وہ خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ شریعت میں ان باتوں کی کوئی حقیقت اور اصلیت نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کفار کے اس تصور کی تردید فرمائی:

**عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ ﷺ لاعدوی ولا صفر ولاھامۃ**

**﴿صحیح مسلم جلد 02 صفحہ 230﴾**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوت کی بیماری نہیں، صفر کی نحوست نہیں، اُلو کی نحوست نہیں۔

اسلامی شریعت میں بدفالی اور نحوست کا کوئی تصور نہیں، یہ تو ہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی کا نتیجہ ہے جسے دین اور شریعت کے ساتھ وابستہ کر دینا سوائے جہالت اور کم علمی کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت صدر الشریعۃ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ماہ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں، خصوصاً ماہِ صفر کی ابتدائی تاریخیں بہت زیادہ نحس مانی جاتی ہیں اور ان کو تیرہ تیزی کہتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ حدیث میں فرمایا صفر کوئی چیز نہیں یعنی لوگوں کا اسے منحوس سمجھنا غلط ہے اس طرح ذیقعدہ کے مہینہ کو بھی لوگ برا جانتے ہیں اور اس کو خالی کا مہینہ کہتے ہیں، یہ بھی غلط ہے اور ہر ماہ میں 28,18,08,23,13,03 کو منحوس جانتے ہیں یہ بھی لغویات ہیں۔

ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں، سیر و تفریح اور شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں، نہاتے دھوتے اور خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے اس روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرونِ

مدینہ طیبہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے یہ سب باتیں بے اصل ہیں بلکہ ان دنوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت کے ساتھ تھا اور یہ باتیں خلاف واقع ہیں اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس روز بلائیں آتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں سب بے ثبوت ہیں بلکہ حدیث کا یہ ارشاد لا صفر یعنی صفر کوئی چیز نہیں ایسی تمام خرافات کو رد کرتا ہے۔

﴿بہارِ شریعت جلد 02 حصہ 16 صفحہ 214﴾

بلکہ بعض لوگ تو صفر کے حوالے سے یہ روایت تک بھی بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھے صفر کے خیریت سے گزرنے کی خبر دے، میں اسے جنت کی خوش خبری دیتا ہوں۔ واضح رہے کہ علماءِ اسلام نے اس عبارت کو جھوٹی اور من گھڑت قرار دیا ہے اس لیے ایسی روایات بیان کرنا، پھیلانا، اس سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا اور اس کی بنیاد پر صفر کو منحوس خیال کرنا سب باتیں ناجائز ہیں۔

## لاٹری، سٹے اور انعامی سکیموں کا بیان:

موجودہ دور میں ان چیزوں کا عام رواج ہے اور لوگ بھی اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح روپیہ حاصل ہو جائے۔ اس کی کئی صورتیں اب ایجاد ہو گئی ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی ادارہ پہیلی کی طرح سوالنامہ ترتیب دیتا ہے، پھر لوگ فیس ادا کر کے وہ سوالنامہ حاصل کرتے ہیں اور پھر اسے حل کر کے واپس اس ادارے کو بھیج دیتے ہیں، اب مختلف لوگوں کے جوابات درست ہوتے ہیں تو شرکاء کی فیس سے جمع ہونے والی رقوم میں کچھ رقم بطور انعام ان اشخاص کو مل جاتی ہے، جن کے جواب محض اتفاقاً درست ہوں کسی معقول کوشش کی بنا پر انہیں حل نہ کیا گیا ہو۔ اسی طرح مختلف بینک، این جی اوز اور ادارے انعامات کا لالچ دے کر لاکھوں ٹکٹ فروخت کرتے ہیں اور ان ٹکٹوں کے ذریعے جو رقم جمع ہو اس سے چند لاکھ روپے قرعہ اندازی کے ذریعے کچھ آدمیوں میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔

آج کل مختلف موبائل فونز کمپنیاں کوئی سوال بھیجتی ہیں۔ صارفین SMS کے ذریعے اس کا جواب بھیج دیتے ہیں مگر اس SMS کے کچھ اضافی روپے بھی وہ کمپنی چارج کر لیتی ہے اور پھر ان اضافی چارجز سے جو رقم حاصل ہوتی ہے اس میں سے کچھ رقم قرعہ اندازی کے ذریعے دو تین افراد میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔

اسی طرح کھیلوں کے مقابلوں میں ہار جیت پر فریقین کی طرف سے شرط لگانا یا کسی بھی اتفاقی بات مثلاً بارش ہوگی یا نہیں۔اس پر فریقین کی طرف سے شرط لگانا، یہ سب جوئے اور سٹہ بازی میں شامل ہیں۔اسی طرح وہ سب کھیل اور کام جن میں اشیاء کو تقسیم کرنے کا مدار حقوق، خدمات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کی بجائے محض کسی اتفاقی امر پر رکھ دیا جائے وہ جوئے میں داخل ہیں۔

چونکہ ان چیزوں کا تعلق لوگ قسمت اور تقدیر سے جوڑتے ہیں پہلی چیزوں یعنی فال اور کہانت کے متعلق لوگوں کا یہ گمان ہے کہ جو کچھ قسمت میں لکھا ہے وہ احوال ہمیں پتہ چل جائیں اس سلسلے میں بابوں اور بانڈز اور پرچیوں کے نمبر جاننے کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں اور مختلف اشاروں کنایوں سے اٹکل پچو لگاتے ہیں۔ یہ سب انداز ناجائز اور حرام ہیں۔ لاٹری وغیرہ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ جب روپیہ ہماری قسمت میں لکھ دیا گیا ہے تو اب اسے لینے سے انکار کیوں کیا جائے ،تو گزارش یہ ہے کہ جن اعمال و افعال کے بجا لانے کا شریعت نے ہمیں حکم دیا ہے ان پر مسلمانوں کو عمل پیرا ہونا چاہیے،اور جن سے رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو منع فرمایا ہے ان اعمال وافعال سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔رہا یہ معاملہ کہ جو کچھ قسمت میں لکھا ہوا ہے وہ ہو کر رہنا ہے تو اگر انسان خود کو مختار و کا سب نہ جانے تو یہ مرجیہ والا عقیدہ ہو جائے گا جس کا رد ماقبل گزر چکا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا اور ایسے لوگوں سے اُمت مسلمہ کو میل جول رکھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

## حاصلِ کلام:

اس کائنات کا نظام خالقِ کائنات کی قدرت اور اس کے ارادے سے چل رہا ہے۔ انسان کے اعمال و افعال بھی اسی کے تخلیق کردہ ہیں، ان اعمال و افعال کا سبب خود انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ خلق کرتا ہے اور انسان کسب کرتا ہے تقدیر ایک مشکل اور گہرے سمندر کی مانند ہے۔ جوں جوں انسان عقل کے اعتبار سے اس میں غور وخوض کرتا ہے اتنا ہی دریائے حیرت میں گم ہوتا چلا جاتا ہے۔ مسئلہ تقدیر کے متعلق احادیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ نووی رقم طراز ہیں:

> ان تمام احادیث میں اہلِ سنت کی تائید ہے جو تقدیر کے قائل ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام واقعات خیر ہوں یا شر، مفید ہوں یا مضر، اللہ تعالیٰ کی قضاء سے وابستہ ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا'' تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے مالک سے اس کی ملکیت میں تصرف پر کوئی سوال نہیں کیا جاسکتا۔ نیز اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے، امام ابو مظفر سمعانی فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کتاب و سنت کی تصریحات پر توقف لازم ہے، عقل و قیاس کی کوئی گنجائش نہیں اور جس نے اس سے عدول کیا وہ گمراہ ہوگیا اور دریائے حیرت میں غرق ہوگیا۔ کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقدیر پر تکیہ کر کے اعمال کو ترک کرنا منع ہے، بلکہ احکام شرعیہ کے مطابق عمل واجب ہے۔ جس شخص کو جس کام کے لیے پیدا کیا گیا

ہے وہ کام اس کے لیے آسان ہو جائے گا، پرہیز گاروں کے لیے نیکی اور بدکاروں کے لیے بدی جیسا کہ احادیث میں تصریح کردی گئی ہے۔

﴿شرح مسلم جلد 02صفحہ 334﴾

تقدیر ایک راز ہے عقل کے ذریعے اس کی تہہ تک پہنچنا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اسے حجابات میں رکھا ہوا ہے ہمارے لیے جو حد مقرر کردی گئی ،اس سے تجاوز منع ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واطاعت اور خدمتِ دین کی توفیق نصیب فرمائے اور خاتمہ بالایمان ہو۔

آمین بجاه خاتم النبیین

## تمت بالخیر

☆☆☆

# تعارف تحریکِ مطالعہ قرآن

## مقصد ○ ماضی ○ حال ○ مستقبل

بد عقیدگی و بد عملی، ذہنی وفکری انتشار، فحاشی وعریانی، بے راہ روی اور دین بیزاری کا سیلاب ہر گھر کے ہر فرد کی طرف جس تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، اس کے تباہ کن اثرات کسی بھی ہوش منداور باشعور شخص سے پوشیدہ نہیں ۔ ہر دردمند فکر مند ہے کہ اس سیلاب کا راستہ کیسے روکا جائے؟ ایمان کیسے بچایا جائے اور اخلاق کیسے سنوارے جائیں؟

بے سوچے سمجھے کوئی جو چاہے کہہ دے مگر بیماری کے صحیح علاج کیلئے بیماری کا سبب جاننا بہت ضروری ہے۔ آپ ایک بار نہیں ہزار بار غور کر لیجیے۔ ہوسکتا ہے فروعی اور ذیلی اسباب تو بہت ہوں مگر اس خرابی و بیماری کا بنیادی سبب ایک ہی ہے، کتابِ انقلاب قرآن مجید اور مصلحِ اعظم حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فکری و عملی دُوری۔ دُوری بھی ایسی ہے کہ ہمارا مسٹر ہو یا مولوی، سو(100) کیا ہر ہزار میں، فقط چند کے سوا باقی سب نہ قرآن سے راہنمائی لیں اور نہ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو راہنما بنائیں ۔ دعوے ہیں، نعرے ہیں اور پروپیگنڈے جن میں ایک سے بڑھ کر ایک ۔ بھلا دعووں، نعروں یا پروپیگنڈے سے بھی کبھی خطرات ٹلتے اور حالات سنورتے ہیں۔ خطرات کی روک تھام اور حالات کی تبدیلی کیلئے تو ایسی پُرخلوص انفرادی واجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے جو وقتی اور عارضی نہیں بلکہ بھرپور اور مسلسل ہو۔

اس جدوجہد کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے 2003ء میں چند دردمند احباب نے اللہ تعالیٰ اور اُسکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ونصرت کے بھروسے پر تحریکِ مطالعہ قرآن کی بنیاد رکھی اور المرکز الاسلامی والٹن روڈ لاہور کینٹ میں مرکزی دفتر قائم ہوا۔

جدید خطوط پر قرآنی تعلیمات عام کرنا اور صحیح معنوں میں قرآنی معاشرے کی تشکیل

کے لیے جدوجہد کرنا تحریک کا بنیادی مقصد قرار پایا۔

## کارکردگی:

❶ (بغیر فیس) تفصیلی مطالعۂ قرآن کورس (بذریعہ خط کتابت) ❷ قینچی لاہور میں عوامی لائبریری کا قیام ❸ مرکز تحریک والٹن روڈ میں وسیع تحقیقی لائبریری کا قیام ❹ تحقیقی کام کا آغاز ❺ مفید اور آسان کتب کی مفت تقسیم ❻ ریسرچ ورک کی طباعت اور اشاعت کا اہتمام ❼ ہر سال اجتماعی تربیتی اعتکاف کا انعقاد

## آغاز کے منتظر پروگرام:

❶ علمی و تعلیمی ویب سائیٹ کا اجراء ❷ آن لائن دینی راہنمائی کا اہتمام ❸ ریسرچ لائبریری کیلئے مزید کتب کا حصول ❹ ریسرچ سکالرز کی تعداد میں اضافہ ❺ اشاعتی ادارہ کا قیام ❻ شارٹ ایڈوانس کورس برائے علماء ❼ دینی وعصری تعلیم کے منصوبہ جات

## ------------- حدیثِ رسولِ مقبول ﷺ -------------

حضور ﷺ نے فرمایا: اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَه...... جب ابن آدم فوت ہوتا ہے اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع اُٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی ہے۔ ﴿مسلم کتاب الوصیّۃ﴾

**آگے بڑھیے !!!** اور تحریک مطالعۂ قرآن کا پاکیزہ پروگرام ہر سُو عام کرنے کے لیے اپنے علم و تجربہ، اپنے وقت، اپنے مال اور اپنی محنت کے ذریعے ہمارا ساتھ دیجیے۔

**خیر اندیش :** پروفیسر احمد رضا خاں

0322-428045☆tm.quraan@yahoo.com

قرآنی تصوّرات
کے آسان فہم پر مشتمل

## توحید و شرک کا قرآنی تصوّر
پروفیسر احمد رضا خاںؒ
گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی لاہور

## قرآنی عقیدے
حضرت علامہ مفتی محمد تصدق حسینؒ

## انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا اسلامی تصوّر
پروفیسر احمد رضا خاںؒ

قرآن پاک اور بخاری و مسلم کی روشنی میں
## علمِ مصطفیٰ ﷺ
پروفیسر احمد رضا خاںؒ

## توہینِ رسالت کا علمی و تاریخی جائزہ
حضرت علامہ مفتی محمد تصدق حسینؒ

لاجواب دلائل کا مختصر مجموعہ
## ہم میلاد کیوں منائیں؟
پروفیسر احمد رضا خاںؒ

بذریعہ خط و کتابت
## آسان مطالعہ قرآن کورس
دلچسپ | سوالاً جواباً
گھر بیٹھے | بلامعاوضہ

پرنٹرز: ... آرٹ پریس لاہور
042-37231566
0302-4329566



## تحریکِ مطالعہ قرآن
المرکز الاسلامی واٹن روڈ لاہور 0322-4280455
E-mail: tm.quraan@yahoo.com